اشاعت کا بتیسواں سال

32

THIRTY TWO YEARS OF PUBLISHING

جون ۲۰۲۲ء

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT, پھلت ضلع مظفر نگر
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.)
www.armughan.net

JSW

₹25/-

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۳۲ شمارہ ٦ جون ۲۰۲۴ء مطابق ذوالحجۃ ۱۴۴۵ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صد یقی

مدیر

وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاھر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھا رون مظاھری

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-9528157338

9548893624 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیراعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

زرتعاون

❖ فی شمارہ 30روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے

❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000روپے (برائے ۲۰سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھُلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	طالبان علوم نبوت اپنا مقام سمجھیں!	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	مظلوموں کا اتحاد	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۰
☆	زندہ رہنا ہے تو میر کارواں بن کر رہو	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۱۳
☆	قربانی، مقصد اور روح	مفتی سالم فاروق ندوی	۱۸
☆	امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ	حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی	۲۲
☆	علمی دنیا کی سب سے بڑی خدمت	مولانا جعفر مسعود ندوی	۲۷
☆	غزل	جناب سرفراز بزمی	۲۹
☆	طلبہ کی کردار سازی میں اساتذہ کا رول	ڈاکٹر سراج الدین ندوی	۳۰
☆	مولانا عبدالعلیم فاروقیؒ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۳۳
☆	خبروں کی دنیا	محمد سعد ادریس قریشی قاسمی	۳۶
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۷
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جون** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

مسئلہ ارتداد اور اس کا حل

ہمارا یہ دور فتنوں اور آزمائشوں کا دور کہا جاتا ہے، پوری دنیا میں خیر وشر اور حق و باطل کی کی کشمکش چل رہی ہے، اور اسلام وکفر کا یہ معرکہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ہر جگہ اور ہر سطح پر جاری ہے۔ ایک طرف بہت سے لوگ اسلام کی خوبیوں کو جان کر، اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں اور بڑی تعداد میں اسلام کے سایہ رحمت میں داخل ہورہے ہیں، تو دوسری طرف مغربی تہذیب و تمدن سے متأثر ہوکر ہمارے بہت سے مسلم نوجوان، دین اسلام سے بیزاری کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں، اور دائرہ ارتداد کی طرف بڑھتے دکھائی دیتے ہیں، جوں جوں ذرائع ابلاغ کے وسائل بڑھتے جارہے ہیں، اور ہر ہاتھ تک ان کی رسائی ہورہی ہے، اتنی ہی تیزی کے ساتھ نت نئے فتنے بھی سر اٹھا رہے ہیں، اور مسلسل بڑھتے چلے جارہے ہیں، موجودہ دور کے ان فتنوں میں ایک فتنہ، ارتداد کا بھی ہے، جس کے زہریلے اثرات مسلم معاشرہ میں تیزی سے پھیلتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں، ہمارے نوجوانوں کو مرتد بنانے ،اور انھیں اسلام جیسے آسمانی مذہب سے برگشتہ کرنے کے لئے بڑے پیمانہ کوششیں جاری ہیں، اور اس عمل میں مسلمان مرد اور عورتیں، اور ان کے نوجوان بچے اور بچیاں دونوں نشانہ پر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک داعی امت کے لئے، جس کا فرض منصبی پوری انسانیت کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا ہے، ارتداد اس امت کے لیے ایک بڑا چیلنج ہے، اپنوں کا دین اسلام سے پھر جانا اور مرتد ہوکر کسی دوسرے طرز زندگی میں پناہ تلاش کرنا بڑے دکھ اور بہت فکر کی بات ہے۔

اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ حالات نہایت ہی نازک ہیں، یہ فتنہ جو کل تک بڑے شہروں اور بڑے مخلوط تعلیمی اور سماجی اداروں تک سمٹا ہوا تھا، اب گاؤں دیہات اور چھوٹے سے چھوٹے اداروں میں پھیل چکا ہے۔ اور جو لوگ دینی تعلیم سے نابلد ہیں اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور عظیم تر خصوصیات سے ناواقف ہیں ایسے غیر تعلیم یافتہ لوگ بھی سوشل میڈیا کی یلغار کی وجہ سے اس فتنے سے محفوظ نہیں ہیں۔ بغیر کسی شرم وحیا، اور خوف کے ہماری مسلم بچیاں باضابطہ سڑکوں پر غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ نقاب زیب تن کئے ہوئے مٹر گشتی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، جب کہ ان بچیوں کے ذہنی معیار کا عالم یہ ہے کہ عموماً ان کے ساتھ گھومنے والے غیر مسلم لڑکے سماج کے نہایت ہی نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنھیں خود ان کے مذہب میں قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا، لیکن ہماری مسلم بچیاں ہر طرف سے آنکھ بند کرکے ان کے ساتھ جینے مرنے کے قسمیں کھاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ بھگوا لوٹرپ جیسی مذموم حرکتوں کا ہمارے سامنے جو پروپیگنڈہ نظر آتا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

حالات یہ ہیں کہ کالج یونیورسٹیوں کی صرف طالبات نہیں، بلکہ پروفیسر اور معلّمات تک کی معلومات، اسلام کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بارے میں بہت سطحی ہیں، بلکہ بہت سی اسلامی تعلیمات، اور نکاح وطلاق، وراثت کے بارے میں ان کے اندر تشویشناک حد تک منفی ذہنیت پائی جاتی ہے۔ وہ بچپن سے مذہبی تعلیمات سے اتنی دور اور نفور ہوتی ہیں کہ بعض اوقات اسلام کے بارے میں ان کا رویہ اہانت آمیز ہوجاتا ہے۔ اور اپنی ذاتی شرافت اور اپنے میدان میں مہارت کے باوجود مذہب کے بارے میں ان کی معلومات افسوس ناک حد تک تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

کسی بھی فتنہ کے سدّباب کے لئے یہ بات تو ماننی ہی ہوگی کہ فتنہ جتنا شدید، اور منظّم ہوگا، اس کا مقابلہ بھی اتنی ہی شدت اور تنظیم سے کرنا ضروری ہوگا، ارتداد کے اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے بھی ہماری قیادت کو، اور ملت کے ارباب اختیار کو سنجیدگی کے ساتھ مسلسل کام کرنا پڑے گا، تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ارتداد کے یہ موجودہ حالات زیادہ تر عصری تعلیم گاہوں میں مخلوط تعلیم کے نتیجہ میں پائے جانے والے بے محابا اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں، اور اس سلسلہ میں بگاڑ کا اصل مرکز عصری تعلیم کے ادارے ہیں، مختلف جائزوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمان لڑکے اعلی تعلیم کی دوڑ میں نسبتاً کم ہیں، جب کہ مسلم لڑکیاں اس میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہی ہیں، جب پڑھی لکھی لڑکیوں کو ان کے معیار کے لڑکے نہیں ملتے تو وہ غیر مسلموں کی طرف بڑھ جاتی ہیں، اور ان کی سازشوں کا شکار ہوجاتی ہیں۔ اس لئے علم وہنر کی برتری کے اس دور میں، جہاں، ہمیں اعلی تعلیم کے میدان میں لڑکوں کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے، وہیں بڑے پیمانے پر اعلیٰ تعلیم کے ایسے اسکولوں کی بھی ضرورت ہیں، جہاں اسلامی ماحول میں ان کی تعلیم کا انتظام کیا جاسکے، اس کے لئے بورڈنگ ہاؤس، یا اسلامی ہاسٹل جیسا کوئی نظام بھی ہماری ترجیحات میں شامل ہونا چاہئے۔

ہر جگہ دو چار مسلم بستیوں کے بعد مسلم اسکول اور کالج قائم کئے جائیں جہاں عصری تعلیم کے ساتھ اسلامی تہذیب وتاریخ سکھانے کا بھی انتظام ہو، ہمیں اپنی پوری توجہ بے جا رسم ورواج، سڑکوں، بجلی پانی کی ضروریات اور دیگر کم اہم کاموں سے ہٹا کر تعلیمی نظام پر مرکوز کرنی چاہئے، اور ہمارے صاحب حیثیت لوگ اس میں غریب بچوں کی امداد کریں، محلے کی مسجدوں کے نظام کو وسعت دی جائے اور بچیوں اور عورتوں کے لیے وہاں ان کی دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے، اور انھیں اسلام پر کئے جانے سطحی قسم کے اعتراضات کے شافی جوابات سکھائے جائیں، تا کہ وہ کسی مذہبی ڈبیٹ میں احساس کمتری کا شکار ہونے سے بچیں، اور دوسروں کے سامنے رسوا ہوکر ان کا لقمہ تر نہ بن سکیں۔

خواتین کی ماہانہ دینی مجالس کا انتظام بھی اس سلسلہ میں مفید ہوسکتا ہے، جس میں یونیورسٹی اور کالج کی لڑکیوں کو بطور خاص سوال وجواب کا موقع دیا جائے، گھروں میں امہات المومنین، صحابیات اور مسلم غیرت مند خواتین کے حالات سنائے جائیں، اور انھیں اسلامی غیرت وحمیت سے آراستہ کرنے کے لئے تمام وسائل اپنائے جائیں۔ اور طرح طرح کے ایسے کلچرل اسلامی پروگرام کیے جائیں جو اسلامی غیرت سے تعلق رکھتے ہوں۔ اس طرح ایک منظّم کوشش کے ذریعہ ہم ان حالات پر قابو پاسکتے ہیں، اور اپنی نئی نسل کو ایمان اور اسلام پر باقی رکھنے میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ ودَو میں　　پہناتی ہے درویش کو تاج سرِ دارا

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

طالبانِ علومِ نبوت اپنے مقام کو سمجھیں

طلباءِ مدارس سے ایک دردمندانہ خطاب

مولانا محمد کلیم صدّیقی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، وَعَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه اَجْمَعِيْنَ، وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ وَدَعَا بِدَعْوَتِهِمْ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" (۱)، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ" (۲)

ابتدائیہ

حضراتِ اساتذۂ کرام اور طلبۂ عزیز!

یہ میرے لئے بہت ہی خوشی اور ایک عجیب سی کیفیت کا موقع ہے، اس لئے کہ بہت دنوں کے بعد مجھے ایسی مجلس میں شرکت کا موقع ملا ہے، جہاں ہماری آنکھوں کے تارے، ہمارے جگر گوشے اور ہمارے جگر کے ٹکڑے جمع ہوئے ہیں، جن سے ہمارے ارمان اور ہماری امیدیں وابستہ ہیں اور جن کے لئے ہم نے اور ہمارے رفقاء نے بہت سے خواب دیکھے ہیں، شاید آپ حضرات کے علم میں ہوگا کہ میں کس خواب کی بات کرر ہا ہوں؟

آپ میں سے بہت سے طلبہ ایسے ہیں، جو پہلی مرتبہ اِن اداروں میں داخل ہوئے ہیں، اور جہاں تک مجھے لگتا ہے وہ طلبہ یہاں کی پرانی روایات سے واقف نہیں ہیں، اجمیر، سونی پت، پھلت اور پانی پت ان چاروں جگہوں کے اداروں میں ہماری یہ روایت رہی ہے کہ جب سال کا آغاز ہوتا تھا تو بزمِ اِفتتاح میں میری حاضری ضرور ہوتی تھی، اسی طرح جب طلبہ ندوہ جانے والے ہوتے تھے تو ان کا بھی ایک پروگرام ہوتا تھا، جس کا مجھے بہت پہلے سے انتظار رہتا تھا، جس میں طلبہ کے تاثرات سنے جاتے تھے، اور انہیں کچھ نصیحتیں کی جاتی تھیں، اور اسے الوداعی پروگرام کا نام دیا جاتا تھا۔

افتتاح کا جو پروگرام ہوتا تھا، اُس میں مَیں بہت اہتمام سے حاضر ہوتا تھا، اُس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ میں اِن مدرسوں کا خادم رہا ہوں، اور ایک ذِمہ دار کی حیثیت سے اِن مدرسوں میں میری پہچان رہی ہے، اس لئے میری کچھ فقہی اور شرعی ذمہ داری تھی، میں اپنی اُس ذِمہ داری کو ادا کرنے اور طلبہ کے سامنے اُس کی وضاحت کرنے کے لئے پہنچتا تھا، میں اُسی قسم کی کچھ باتیں اس وقت بھی آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔

بلا استحقاق پوری دنیا میں ہمارا تعارف ''دعوت'' سے ہے

دیکھئے! اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالی نے بلا اِستحقاق اور بلا اہلیت پوری دنیا میں ہم لوگوں کا تعارف ''دعوت'' سے کرا دیا ہے، ہم پوری دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں، الحمدللہ! ہمارا تعارف اِسی کام سے ہوتا ہے، حتی کہ اس کام کے ساتھ ہمارا تعارف یہاں تک ہوگیا ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دعوت کا کام کرتے ہیں، یا دعوت کا ذکر کرتے ہیں، یا دعوت کے سلسلہ میں کوئی اور بات کہتے ہیں تو عام طور پر لوگ اُن سے یہی سوال کرتے ہیں کہ: کیا آپ مولانا کلیم صدیقی صاحب سے جڑے ہوئے ہیں؟ کیا پھلت سے آپ کا تعلق ہے؟ حالانکہ وہ دعوت سے جڑنے والے لوگوں میں سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بہت سارے لوگ ہمیں جانتے بھی نہیں ہیں، اُن پوچھنے والوں کی وجہ سے وہ ہم سے متعارف ہوتے ہیں، لیکن لوگ یہی سوچتے ہیں کہ جب یہ برادرانِ وطن میں دعوت کی بات کرتے ہیں تو شاید یہ مولانا کلیم صدیقی صاحب سے ہی جڑے ہوں گے۔

الحمدللہ! پوری دنیا میں ہمارا تعارف دعوت ہی سے ہے، اور لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ کام کر رہے ہیں، اور جو ادارے چلا رہے ہیں، ان سب اِداروں میں دعوت کے لئے داعی تیار کرنے کا کام کر رہے ہیں۔

مدارس لوگوں کے تعاون اور چندے سے چلتے ہیں

میں اُس پروگرام میں اِس بات کی بھی وضاحت کرتا تھا کہ مدارس عام طور پر عام لوگوں کے تعاون اور چندے سے چلتے ہیں، یہ وارثین انبیاء اور محترم اساتذہ جو ہمارے سر کا تاج اور آنکھوں کا نور ہیں، یہ بیچارے سخت گرمی والے رمضان المبارک میں بھی رسید کے پیالے لے کر دَر دَر جاتے ہیں، اور لوگوں سے وسائل اور پیسے اکٹھا کرتے ہیں، انہی وسائل سے مدرسہ کے طلبہ کے کھانے کا انتظام کیا جاتا ہے، اُن کے رہنے کا انتظام کیا جاتا ہے، اور اساتذہ وغیرہ کے مشاہرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔

ہمارے اِداروں میں بہت سے طلبہ ایسے بھی ہیں، جو طَعام فیس دے کر پڑھتے ہیں، بعض طلبہ ایسے بھی ہیں، جو دیگر اور چیزوں کی فیس دیتے ہیں، لیکن فیس دینے کے باوجود بھی ان طلبہ پر کیا جانے والا خرچ صرف اُس فیس سے پورا نہیں ہوتا، اس لئے جو وسائل باہر سے اکٹھا کئے جاتے ہیں، اُس میں سے فیس دینے والے طلبہ پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور خرچ ہوتا ہے، البتہ اس کی مقدار کچھ کم زیادہ ہوسکتی ہے، لیکن خرچ ضرور ہوتا ہے۔

ہمارے وسائل صرف دعوت کے نام پر آتے ہیں

چنانچہ لوگ ہمیں جو پیسے دیتے ہیں، وہ برادرانِ وطن میں دعوت کا کام کرنے کے لئے دیتے ہیں، ہمارے پاس جو کچھ وسائل ہیں، جن کے ذریعہ مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہے، جن کے ذریعہ مدرسہ میں بجلی کا نظم کیا گیا ہے، لائٹ اور پنکھے وغیرہ لگائے گئے ہیں، کھانے پینے کا نظم کیا گیا ہے، اِن ساری چیزوں کا انتظام اُنہی وسائل میں سے ہوتا ہے، جو برادرانِ وطن میں دین کی دعوت کے نام پر ہمیں ملتے ہیں۔

چنانچہ میں اِن باتوں کی وضاحت کے لئے اِفتتاحی مجلس میں ضرور شریک ہوتا تھا، اور اُس میں اِس بات کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ اساتذہ اور طلبہ زیادہ سے زیادہ شریک ہوں، اور وہ پروگرام ایسے وقت میں رکھا جائے کہ کوئی غیر حاضر نہ رہے، اور بعد میں یہ نہ کہہ سکے کہ مجھے تو معلوم نہ ہوسکا۔

لہٰذا میں یہ واضح کرنے اور یہ اعلان کرنے کے لئے اُس مجلس میں شریک ہوتا تھا کہ ہمارے پاس آنے والے وسائل صرف دعوت کے نام پر آتے ہیں۔

اس واقفیت کے بعد طے کرنا ہوگا کہ ہمیں داعی بننا ہے

دیکھئے! دین کا علم حاصل کرنا، حافظ بننا، قاری بننا، مفتی بننا، محدث بننا، مفسر بننا، بلا شبہ بہت بڑی سعادت اور بہت بڑے شرف کی بات ہے، اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اعلیٰ ترین عبادت ہے، مگر ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارے پاس دعوت کے نام پر آنے والی مَد اور فنڈ کے علاوہ کوئی اور مَد اور فنڈ نہیں ہے، اور جب اس کے علاوہ کوئی اور مَد نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مدرسے کے طلبہ پر خرچ کیا جا رہا ہے، وہ سب دعوت کے لئے خرچ کیا جا رہا ہے، اس لئے میں یہ اعلان کرتا تھا کہ جن طلبہ کو صرف حافظ بننا ہو، صرف مولوی بننا ہو، صرف مفتی بننا ہو، صرف محدث بننا ہو، صرف قاری بننا ہو، یا دعوت کے علاوہ صرف کسی اور لائن کی دینی خدمت کرنی ہو تو ان طلبہ کے لئے یہاں رہنا، کھانا، سونا اور تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں ہے، چونکہ اب تک ان سب طلبہ کو صحیح واقفیت نہیں تھی، اِس لئے انہوں نے یہاں داخلہ لے لیا ہے، یا اُن کے والدین نے یہاں داخلہ کرا دیا ہے، لیکن واقفیت ہوجانے کے بعد انہیں یہ طے کرنا پڑے گا کہ ہمیں داعی بننا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جن طلبہ کو عملاً دعوت کا کام نہ کرنا ہو

یہاں صرف اُن طلبہ کے لئے کھانا، رہنا اور سونا جائز ہے، جن کے دل میں یہ نیت ہو کہ ہمیں دنیا کے کونے کونے تک اور ایک ایک انسان تک اللہ کے دین کی دعوت کے لئے عملاً شریک ہونا ہے، یعنی داعی بن کر زندگی گزارنا ہے، لہٰذا جو طالب علم اِس کام کے لئے آمادہ نہ ہو، خواہ اُس کی کوئی بھی مجبوری ہو، ہوسکتا ہے اُس کی فقہی مجبوری ہو، یعنی یہ بات اُسے سمجھ نہ آئی ہو کہ یہ کام ہماری ذمہ داری ہے، یا اس فریضہ کی اہمیت اُس کے ذہن میں نہ آئی ہو، یا کوئی اور وجہ ہو، جیسے گھر والوں کی طرف سے کوئی پریشر ہو، یعنی والدین اور گھر والوں کی چاہت ہو کہ ہمارا بیٹا شیخ القراء بنے، یا محدثین کی لائن کا امام بنے، یا مفسرین کی لائن کا امام بنے، تو ایسے طلبہ اپنا نام مہتمم صاحب کے پاس لکھوا دیں۔

چونکہ اِس وقت تک مدارس میں داخلہ کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اچھے مدرسوں میں داخلے ملنا مشکل ہو جاتے ہیں، اس لئے ہم آپ کے والدین سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں گے، اور آپ کے والدین کو اس بات پر راضی کریں گے کہ آپ اپنے بچہ کو عملی داعی بھی بنایئے، لہٰذا اب بھی جن کو عملاً دعوت کا کام نہ کرنا ہو، ان کے لئے یہاں رہنا، کھانا، سونا اور پنکھے کی ہوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، میں انہی باتوں کی وضاحت کرنے کے لئے اس افتتاحی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔

جب ہمیں پکڑ لیا ہے تو اب پکڑ کر ہی رہنا پڑے گا

اُس کے بعد جو آخری مجلس سال کے آخر میں ہوتی تھی، میں اس میں بھی حاضر ہوتا تھا، اُسے الوِداعی مجلس کہا جاتا تھا، البتہ میں اُسے الوداعی مجلس کہنے کا قائل نہیں ہوں، اس لئے کہ الوداع کے معنی چھوڑنے کے آتے ہیں، جب ہم کہیں سفر وغیرہ پر جاتے ہیں تو ہمارے عزیز یا رشتہ دار وغیرہ کہتے ہیں کہ میں تمہیں چھوڑ کر آجاتا ہوں، یا میں بھی کہیں سفر وغیرہ پر جاتا ہوں تو مجھ سے بھی بہت سے لوگ کہتے ہیں: آیئے مولانا! میں آپ کو گاڑی پر چھوڑ دیتا ہوں، میں ان لوگوں سے کہتا ہوں: بھائی ہم چھوڑنے کے قائل نہیں ہیں، جب آپ نے ہمیں پکڑ لیا ہے تو اب پکڑ کر ہی رہنا پڑے گا، اب آپ کے لئے چھوڑنا جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے میں الوداعی پروگرام کا قائل نہیں ہوں۔

یہ رشتہ بہت بڑی ضرورت کے دن کام آئے گا

ہمارا اور آپ کا رشتہ دینی رشتہ ہے، جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے، میں اکثر اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے بھی یہ بات کہتا رہتا ہوں، بسا اوقات کبھی دو تعلق والوں میں آپس میں نا اتفاقی ہو جاتی ہے، اور بہت سی مرتبہ ہمیں محسوس ہو جاتا ہے کہ جو لوگ پہلے ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتے تھے، لیکن اب ان کے درمیان پہلے جیسا تعلق نہیں رہا ہے، اِس کی وجہ سے میرا دل بہت ٹوٹتا ہے اور میں اُن کی خوشامد کرتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں: یہ رشتہ دینی رشتہ ہے، یہ سو فیصد اللہ کے لئے ہے، یہ رشتہ بہت بڑی ضرورت کے دن کام آئے گا۔

جب میدان محشر میں آدمی کو قدم ہلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی، جب سب پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، جب سورج سوا نیزہ پر ہوگا، جب لوگ بہت سختی کی حالت میں ہوں گے، اس وقت یہ رشتہ کام آئے گا۔

اس دن کی سختی ایسی ہوگی کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ لوگ کہیں گے: یا اللہ! ہمیں جہنم میں ہی بھیج دیجئے، لیکن یہاں کی سختی سے نجات دے دیجئے، اُس وقت یہ اعلان ہوگا: ''اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ'' کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، ''اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ'' اُنہیں میرے عرش کے سایہ میں بلالو، آج میرے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا (۱)۔

چنانچہ ہمارا اور آپ کا رشتہ دین کی نسبت پر قائم ہوا ہے، اس لئے ہمارا رشتہ وہاں تک چلے گا، جہاں کوئی اور رشتہ کام نہیں آئے گا، لہٰذا وِداع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہم منتظر ہیں کہ آپ داعی بن کر ہماری محنتوں کا پھل دیں گے

میں اُس پروگرام میں یہ بھی عرض کرتا تھا کہ آپ سے بات کرنے اور خطاب کرنے کے سلسلہ میں ہماری حیثیت اس ماں جیسی ہے، جو کھیتوں میں کام کرکے اور گھاس چھیل کر اپنے بچے کو پڑھاتی ہے اور محنت مزدوری کرکے اُس کی ساری تعلیمی ضروریات پوری کرتی ہے، اُس کے لئے اچھے کپڑے بناتی ہے، اس کو اچھے اسکول میں بھیجتی ہے، اسکول کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد کسی اچھے کالج میں بھیجتی ہے، پھر کسی بڑی ڈگری کے حصول کے لئے دوسرے ملک میں بھیجتی ہے، بھیجنے کے بعد ماں اُسی وقت سے انتظار میں رہتی ہے کہ میرا بچہ جب وہاں سے آئے گا تو کچھ بن کر آئے گا، اور میرے لئے بہت سی چیزیں لائے گا، اور مجھے میری محنتوں کو صلہ دے گا، لہٰذا ہم لوگ بھی یہیں سے دروازہ تک رہے ہیں اور اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ سب بھی داعی بنیں گے، اور ہمیں ہماری محنتوں کا پھل دیں گے۔

وعدہ پورا کرنے والوں کی اللہ کے یہاں قدر ہے

اس لئے آپ سب وعدہ کریں کہ آپ ضرور عملی طور پر دعوت کا کام کریں گے، دیکھئے! وعدہ پورا کرنے والوں کی اللہ کے یہاں بہت قدر ہوتی ہے، میں اس سلسلہ میں ایک واقعہ سنایا کرتا ہوں، اجمیر کے اکثر طلبہ اُس واقعہ سے واقف ہوں گے، اجمیر کے اردگرد ''کاٹھات'' نامی ایک برادری رہتی ہے، وہ مشرک برادری ہے، ان کے علاقوں میں اکثر ''تیجا جی'' کے مندر بنے ہوتے ہیں، اس پورے علاقہ میں صرف انہی کی پوجا ہوتی ہے، ان کے علاوہ کسی اور کی پوجا نہیں ہوتی، اور اکثر پہاڑ کے بالکل اوپری حصے میں ان کا مندر بنا ہوتا ہے۔

ہم اُس برادری سے اکثر پوچھتے رہتے تھے کہ: آپ لوگ کیوں ان کو پوجتے ہو؟ اُن کے اندر ایسی کیا خاص بات ہے؟ تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ: اُن کو ناگ نے ڈَس لیا تھا۔ میں اکثر سوچتا رہتا تھا کہ ناگ نے ڈَس لیا تو پوجا کرنے کی کیا بات ہے؟ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی، پھر میں تحقیق میں لگا رہا، جس کی بناء پر مجھے ان کی داستان معلوم ہوئی۔

وعدہ پورا کرنے کی وجہ سے دیوتا بنا کر پوجے گئے

اُن کی داستان یہ ہے کہ اُن کی بہن تھی، کسی تہوار وغیرہ کے موقع پر ان کی ماں نے انہیں کوئی چیز دی، اور ان سے کہا: اِسے اپنی بہن کے پاس دے آؤ۔ وہ اپنی بہن کے گھر جا رہے تھے، راستہ میں انہیں ایک ناگ ملا، اور اُن کو ڈَسنے کی کوشش کرنے لگا تو وہ ناگ سے کہنے لگے: تم مجھے بعد میں ڈَس لینا، میری ماں نے بہن تک پہنچانے کے لئے مجھے کچھ سامان دیا ہے، اگر میں نہ پہنچا سکا تو میری ماں کی حسرت بھی باقی رہ جائے گی اور میری حسرت بھی باقی رہ جائے گی، اس لئے تم مجھے بعد میں ڈس لینا۔ وہ ناگ کہنے لگا: تو وہاں جائے گا تو بھاگ جائے گا، اور واپس نہیں آئے گا۔ وہ کہنے لگے: نہیں، میں بھاگوں گا نہیں، میں وعدہ کرکے جا رہا ہوں، میں ضرور واپس آؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے وعدے کے مطابق واپس آئے اور ناگ نے ان کو ڈَسا جس کی وجہ سے ان کی موت ہوگئی۔ یعنی انہوں نے جان دے دی۔۔

تجدید عزائم کا پروگرام

معلوم ہوا کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ جو وعدہ پورا کرتا ہے، اُس کی دنیا میں اور اللہ کی زمین میں قدر ہوتی ہے، لہٰذا آپ لوگ بھی آج وعدہ کریں اور اپنے عزم کی تجدید کریں کہ آپ سب داعی بن کر زندگی گزاریں گے، اور یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ اسے الوداعی پروگرام کہنے کی بجائے تجدید عزائم کا پروگرام کہتے ہیں۔

چونکہ پچھلے کچھ سالوں میں ''کورونا'' کا مسئلہ آ گیا تھا، جس کی وجہ سے ہمیں بہت سے پروگرام آن لائن کرنے پڑ رہے تھے، اُس کے بعد مجھ پر کچھ ایسے حالات آئے، جس کی وجہ سے میں اِن اِداروں میں حاضر نہ ہو سکا، اس لئے مولانا عمران صاحب، مفتی ہارون صاحب اور مفتی شرافت صاحب وغیرہم نے اِس پروگرام کو منعقد کیا اور مجھ سے کہا: ہم سب طلبہ کو یہیں بلالیں گے، آپ طلبہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کے سامنے کچھ بات بھی کرلیں گے اور طلبہ آپ سے ملاقات بھی کرلیں گے، اور ہمارے مختلف اداروں کے طلبہ کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھی تعارف ہو جائے گا، اور چونکہ ہمارا ایک خاص مشن اور خاص عزم ہے، اس کے لئے آپ سب کے درمیان آپسی ہم آہنگی پیدا ہونا بھی ضروری ہے۔

ہمارے چار اِدارے اور چار شہر

اللہ کا شکر ہے، ہمارے چار ادارے چار ایسے شہروں میں ہیں، جن میں سے ہر شہر کو خاص اہمیت حاصل ہے، آپ سب بڑے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایسے اداروں سے وابستہ کیا ہے، ہمارے حضرت والا، حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ: جن خاندانوں اور شہروں کو اللہ تعالی نے کسی خاص خدمت کے لئے قبول کرلیا ہے، وہ اگر کبھی ویران بھی ہو جائیں، یا ان کی خدمات کا سلسلہ منقطع بھی ہو جائے، تو اُن کے وارثین، یا وہاں پڑھنے والے، یا وہاں کام کرنے والے اگر اُس لائن کی تھوڑی سی محنت بھی کرتے ہیں تو اللہ تعالی ان کو ایسی فتوحات، غیبی مدد اور نصرت سے مالا مال فرماتے ہیں، جو عموماً دوسری جگہ کے لوگوں کو نہیں ملتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں اُن بزرگوں کے نفوس اور اُن کے سانسوں کی برکت اور نورانیت ہوتی ہے، جو وہاں پہلے خدمت کر چکے ہوتے ہیں، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ بہت کم محنت میں اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں، جہاں تک دوسری جگہوں کے لوگ بہت محنت کے بعد پہنچتے ہیں۔

پھلت، ہندوستان کا ’’اَلْبَدْوْ‘‘

پھلت کے ادارے کا نام جامعہ شاہ ولی اللہ ہے، آپ سب اِس ادارہ کو جانتے ہی ہوں گے، پھلت کو مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کا ’’اَلْبَدْوْ‘‘ کہا ہے، جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام فلسطین کے ’’اَلْبَدْوْ‘‘ میں رہا کرتے تھے، حضرت نے اُسی کی مناسبت سے ’’اَلْبَدْوْ‘‘ کہا ہے۔

اِس ادارے کی شروعات ۸۶۲ھ میں ہوئی ہے، میری معلومات کے مطابق وہ ہندوستان کا واحد مدرسہ ہے، جو تواتر کے ساتھ ۸۶۲ھ ہجری سے اب تک چل رہا ہے، اِس ادارے کو بہت بڑے بڑے مشائخ سے نسبت حاصل ہے۔

اِسی طرح اجمیر شریف کے بارے میں تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ وہ کتنی اہم جگہ ہے، وہ فاتح ہِندوستان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمت اللہ علیہ کا وطن اور مَسکَن ہے، جب ہم نے وہاں ادارے کی بنیاد رکھی تھی تو ہمارے حضرت والا، حضرت مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے ایک خط لکھا تھا:

مجھے امید ہے کہ جس شہر نے ہندوستان کو اسلامی دعوت کے راستے سے فتح کیا ہے، ان شاءاللہ! اللہ تعالی اُس کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اِس ادارہ کو ذریعہ بنائیں گے۔

سونی پت میں جنت اور اللہ کی رضا

اسی طرح سونی پت بھی بہت اہم مقام ہے، آپ سب جانتے ہیں کہ اُس کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے، وہاں بھی بہت سے بزرگوں اور علماء کی آمد رہی ہے، جن بزرگوں کے بارے میں ہمیں معلوم ہے، ان میں دوسری صدی ہجری کے ایک محدث عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت سید ناصر الدین شہیدؒ بھی ہیں، آپ وہیں مدفون ہیں، اِس کے علاوہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا ننیہال بھی اِسی علاقہ میں ہے، جب ہم لوگوں نے وہاں مدرسے کی شروعات کی تھی تو ہمارے حضرت والا مولانا علی میاں نور اللہ مرقدہٗ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ

سونی پت میں جنت اور اللہ کی رضا بہت سستے داموں میں مل رہی ہے۔

اور آج تک ہم لوگوں نے جو کچھ ٹوٹی پھوٹی دعوت کی آواز لگائی ہے، اس سلسلہ میں سارے مضامین اور سارے وسائل کا ذریعہ اللہ تعالی نے سونی پت ہی کو بنایا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مظلوموں کا اتحاد

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء جب بھی کسی قوم میں آئے، تو عام طور پر ان کا سابقہ دو طبقوں سے پیش آیا، ایک ''ملاءِ قوم''، یعنی قوم کے سربرآوردہ لوگ، جن کو باعزت اور بلند مرتبت سمجھا جاتا، دوسرے وہ لوگ جن کو قرآن نے ''اراذل قوم'' یا ''مستضعفین'' سے تعبیر کیا ہے، یعنی قوم کے معمولی اور کمزور لوگ، جن کو سماج میں بے وزن اور کم حیثیت خیال کیا جاتا ہے، ہر نبی کی دعوت اپنی قوم میں ایک اجنبی دعوت کی حیثیت سے اُبھرتی تھی، قوم کے سربرآوردہ لوگ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوجاتے تھے؛ البتہ ان میں جو لوگ حقیت پسند اور نیک خو ہوتے تھے، وہ اپنی بڑائی کو قربان کر نبی کی دعوت پر لبیک کہتے تھے؛ لیکن ابتداءً ان کی تعداد بہت کم ہوتی تھی، جو لوگ معمولی سمجھے جاتے ان کو دعوتِ حق قبول کرنے میں کوئی عار نہ ہوتی، وہ پہل کرتے اور پھر ظلم و جور کی بھٹی میں تپائے بھی جاتے، غالباً یہ بھی نظام غیبی کے تحت ہوتا؛ کہ چوں کہ وہ پہلے سے مظلوم وستم رسیدہ ہوتے: اس لئے ان کے لئے ظلم و زیادتی اور تحقیر و تذلیل کا رویہ کسی درجہ میں قابل تحمل ہوتا۔

دعوت حق کو قبول کرنے میں سردارانِ قوم ہی اصل میں رکاوٹ بنتے ہیں، اہلِ مکہ نے آپ ﷺ کی کس قدر مخالفت کی، اس لئے نظامِ غیبی کے تحت غزوۂ بدر میں تمام سرداران مکہ جمع کر دیئے گئے، اور وہ سب بدر میں ہلاک ہوئے، اسی کو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں، بدر کے بعد اہلِ مکہ کے دو ہی قابلِ ذکر سردار باقی رہ گئے، ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن اُمیہ، اور ان دونوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، مدینہ میں جو اسلام کی اشاعت آسانی کے ساتھ اور تیز رفتاری سے ہوئی، تو اس کی ایک وجہ وہی تھی، جس کی طرف حضرت عائشہؓ نے اشارہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے اَوس وخزرج کی خانہ جنگی میں عبداللہ بن اُبی کے علاوہ صفِ اوّل کے تمام قائدین لقمۂ اجل بن چکے تھے: اس لئے یہاں اسلام کے خلاف مزاحمت کرنے والی کوئی منظم طاقت موجود نہیں تھی، عبداللہ بن اُبی نے اپنے اندرونی نفاق کے ذریعہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی؛ لیکن انصارِ مدینہ پر نشہ ایمانی چڑھ چکا تھا کہ وہ کسی اور چیز کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، گویا خدا کے غیبی نظام کے تحت بعثت محمدی سے پہلے ہی سرداران مدینہ رخصت ہو چکے تھے اور مدینہ کی سرزمین اسلام کے لئے نرم وہموار ہوچکی تھی۔

یہی صورتِ حال مختلف انبیاء کرام کے ساتھ پیش آئی ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا تو یہی طبقہ ان کی دعوت پر ایمان لایا، جو لوگ ان کے معاند تھے، وہ کہا کرتے تھے کہ ہم آپ پر کیسے ایمان لائیں؛ حالاں کہ نیچ لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں: قَالُوا اَنُؤمِنُ لَکَ وَ اتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ (شعراء:۱۱۱) شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے ''ارذلون'' کا ترجمہ ''کمینہ'' سے کیا ہے، اس تعبیر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ اس طبقہ کو کتنی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، قرآن نے ایک اور مقام پر قومِ نوح کی اس تمسخر آمیز گفتگو کا ذکر کیا ہے، کہ سرداران قوم نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ ہم کو تو آپ ہم ہی جیسے ایک انسان نظر آتے ہیں اور آپ کی اتباع ان لوگوں نے کی ہے جو ہم میں نیچ لوگ ہیں: وَمَا نَرَاکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا (ہود:۲۷)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہم جس ملک میں رہتے ہیں، اس میں کچھ لوگوں نے اپنے آپ کو ’’ملاء قوم‘‘ بنا رکھا ہے، اور لوگوں کے ذہن میں یہ عقیدہ بسا دیا ہے کہ وہ فرماں روائی اور حکمرانی ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں؛ کیوں کہ ان کی پیدائش خدا کے سر اور بازؤں سے ہوئی ہے، وہ خدا اور بندہ کے درمیان واسطہ ہیں، ایک بہت بڑی قوم کو انھوں نے پیدائشی غلام بنا رکھا ہے، اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات بیٹھا دی ہے کہ وہ نیچ اور کم تر ہیں، وہ دوسروں کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، پہلا طبقہ برہمنوں اور اونچی ذات کے لوگوں کا ہے جن کا عددی تناسب بہت معمولی ہے؛ لیکن وہ ملک میں ٦٥ فیصد کلیدی عہدوں پر قابض ہیں اور اقتدار کے در و بام پر ان کا ایسا قبضہ ہے کہ کوئی پتہ ان کی مرضی و منشاء کے بغیر حرکت نہیں کر پاتا، یہی قرآن کی اصطلاح میں اس ملک کے ملاء قوم ہیں، جن کا عمومی مزاج یہی ہے کہ جب تک حالات کے ہاتھوں مجبور نہ ہو جائیں، عدل و انصاف اور سچائی کے سامنے سر خمیدہ نہیں ہوتے۔

دوسرا طبقہ ’’دلت‘‘ کا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن میں ’’اراذل قوم‘‘ کی تعبیر آئی ہے کہ لوگ انھیں نیچ، گنوار اور کم تر خیال کیا کرتے تھے، ہندوستان میں یہ قوم ہزاروں سال سے ظلم و جور کی چکی میں پیسی جا رہی ہے اور انتہائی غیر انسانی رویہ کا شکار ہے، اب جب کہ سیاسی مصلحتوں کے تحت کسی قدر ان کی آؤ بھگت ہو رہی ہے، انھیں تحفظات دیئے جا رہے ہیں، الیکشن کے موقع پر انھیں منانے کی کوشش کی جاتی ہے، پھر بھی سماجی زندگی میں وہ ایک باعزت قوم کا مقام حاصل کرنے میں ناکام ہیں، اگر وہ گھڑے کو ہاتھ لگا دیں تو اس پانی کو پھینک دیا جاتا ہے، وہ کسی برہمن کے دوش بدوش بیٹھ کر کھا نہیں سکتے، اس ملک میں اعلیٰ ترین انتظامی قابلیت رکھنے کے باوجود جگ جیون رام ملک کے وزیر اعظم نہیں بن سکے؛ کیوں کہ وہ اچھوت قوم سے تعلق رکھتے تھے، ہندو قوم میں عقیدہ کے درجہ میں یہ تصور موجود ہے کہ یہ لوگ خدا کے پاؤں سے پیدا کئے گئے ہیں، ان کا کام ہی اونچی ذات کے لوگوں کی خدمت ہے، اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ چوں کہ آپ بہت ہی حقیر اور نیچ ہیں، اس لئے میں آپ کو فلاں سہولت دے رہا ہوں، تو بتائیے کہ یہ بجائے خود کس درجہ رسوا کن اور ذلت آمیز بات ہے!

جو لوگ مظلوم، دبے کچلے، اور دبائے ہوئے ہوں، ان کی مدد کرنا مسلمانوں کے لئے صرف سیاسی مصلحت نہیں؛ بلکہ دینی اور ملی فریضہ ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تمھیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے واسطے نہیں لڑتے جو مغلوب ہیں، مرد، عورتیں اور بچے۔ (نساء:۷۵)

قرآن نے یہاں مغلوبوں کے لئے ’’مستضعفین‘‘ کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی وہ لوگ جن کو دبایا گیا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ دلت بھی اس ملک کے ’’مستضعفین‘‘ ہیں تو شاید بے جا نہ ہو؛ اس لئے ان کو ساتھ لینا اور اس ملک کے ظالموں کو مشترک تدبیر کے ذریعہ ظلم سے باز رکھنا ہمارا اسلامی فریضہ ہے، بدقسمتی سے ہم نے اس اہم کام کی طرف سنجیدگی کے ساتھ توجہ نہیں دی؛ بلکہ ہندوؤں کی اونچی برادری سے متاثر ہو کر ان کے ساتھ کم و بیش وہی رویہ اختیار کیا؛ بلکہ ہم نے خود اپنی قوم میں بھی مختلف دیواریں کھڑی کر لیں، بعض اوقات یہ دیواریں اتنی اونچی ہو جاتی ہیں کہ پاس کا آدمی نظر نہیں آتا۔

اس صورت حال نے ہمیں دوہرا نقصان پہنچایا ہے، ایک تو اس ملک میں دعوت اسلام کا کام نہ ہونے کے درجہ میں ہے، اگر ہم اس طبقہ سے قریب ہوتے تو دعوت کے وسیع مواقع پیدا ہو سکتے تھے، ہر قوم میں دعوتِ حق کی فطری ترتیب یہی رہی ہے، کہ پہلے ایسے مستضعفین نے اس پر لبیک کہا ہے، پھر جب ان کی بہت بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا تو بالآخر جو طبقہ انھیں نیچ گردانتا تھا، اس کے لئے بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے سوا چارہ نہیں رہا، پہلے مکہ کے غلاموں نے اسلام قبول کیا، پھر اہلِ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مدینہ نے، آخر ایک وقت ایسا آیا کہ سرداران مکہ بھی اسلام لانے پر مجبور ہوئے۔

اسلام کی بنیادی تعلیم وحدتِ الٰہ اور وحدتِ انسانیت ہے یعنی خدا ایک ہے اور تمام انسانیت ایک ہے، کالے، گورے، عرب، عجم کی کوئی تفریق نہیں، ایک ہی مسجد میں سب کو خدا کی عبادت کرنی ہے، جو شخص دین سے زیادہ واقف اور عمل کے اعتبار سے زیادہ صاحبِ تقویٰ ہو، وہ نماز میں امام ہوگا، خواہ کسی خاندان کا ہو، اور اس کی چمڑی کا رنگ کیسا بھی ہو، انسانوں کا کوئی طبقہ خدا اور انسانوں کے درمیان واسطہ نہیں؛ بلکہ ہر انسان براہِ راست خدا سے مانگتا اور خدا سے پاتا ہے، یہ انسانی مساوات کا تصور اتنا فطری اور مبنی بر انصاف ہے کہ جن قوموں کو نیچ سمجھا جاتا ہے وہ اس کو اپنے لئے بہت بڑی رحمت باور کرتی ہیں، اگر اسلام کے اس عظیم اُصولِ زندگی کو ان محروم ومظلوم لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا تو ممکن نہیں تھا کہ وہ اس سے متاثر نہیں ہوں، اور اس ابرِ رحمت کے سایہ میں آنے سے انکار کریں، مگر افسوس، اور صد ہزار افسوس! کہ ہم نے کبھی سنجیدگی سے اس کام کی طرف توجہ نہیں دی۔

اس سے دوسرا نقصان سیاسی ہوا، آج سیاسی اعتبار سے ہم خود اچھوت ہیں، ہماری آبادی کے تناسب اور قومی اداروں میں ہماری تعداد کے درمیان کوئی نسبت نہیں، اگر مسلمان اس طبقہ کو اپنے ساتھ لینے میں کامیاب ہو جاتے، جن کی تعداد ملک میں ساٹھ، پینسٹھ فیصد سے کم نہیں، تو اگر ہم بادشاہ نہیں ہوتے تو بادشاہ گر ضرور ہوتے، جو لوگ اس ملک میں مسلمانوں کے خلاف فسادات کراتے ہیں اور فسادات کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، وہ دلتوں ہی کو اپنا ہتھیار اور آلہ کار بناتے ہیں، اگر ہم انہیں قریب کرلیں تو ہم ان کے ہاتھ سے ان کے ہتھیار چھیننے میں کامیاب ہو جائیں۔

وقت ابھی بھی گیا نہیں ہے، اور ہمیں اس پہلو پر پوری گہرائی کے ساتھ سوچنے اور غور کرنے کی ضرورت ہے، موجودہ حالات میں ایک منصوبہ کے ساتھ اس طبقہ کو قریب کرنا چاہئے، مسلمان قائدین اور سیاسی تنظیموں کو چاہئے کہ دلت سیاسی وسماجی قائدین کے ساتھ تبادلۂ خیال کریں، انھیں قریب کریں، اور ان کی ذہن سازی کریں، بعض الیکشنوں میں اس کا کامیاب تجربہ ہوا ہے؛ اس لئے مسلمان قائدین کو اعلیٰ سطح پر دلت قائدین سے ربط قائم کرنا چاہئے، یہ وقت کی نہایت اہم ضرورت ہے! سماجی سطح پر بھی دلت طبقہ سے رابطہ استوار کرنا ضروری ہے، مسلمان خوشی وغم کے مواقع پر ایسی تقریب رکھیں، جن میں انھیں مدعو کریں، شادی بیاہ کے موقع پر انھیں تحفے دیں، مسلمانوں کے زیر انتظام اسکولوں میں انھیں داخلے دیا کریں، اور جو ممکن ہو ان کے ساتھ رعایت کریں، دعوتوں میں ان کے ساتھ کھائیں، پئیں، ان کو بھائی، بہن، چچا، خالہ کہہ کر مخاطب کریں، ایسے الفاظ کے ساتھ ان سے خطاب نہ کریں، یا ان کا ذکر نہ کریں جن سے تذلیل وتحقیر کی بو آتی ہو، موقع بموقع اسلام کی مساوات کی تعلیم کو ان کے سامنے رکھیں، اگر ہم اپنے رویہ کو ان کے ساتھ درست کرلیں، تو ان شاء اللہ وہ جلد اور بہت آسانی کے ساتھ آپ کی طرف راغب ہو جائیں گے۔

ایک ایسی قوم جو انسان تسلیم کئے جانے کے لئے جدو جہد کر رہی ہے، اس سے تھوڑی سی محبت بھی دل جیتنے کے لئے کافی ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اس معاملہ کی اہمیت کو محسوس کریں اور ایک ٹھکرائی ہوئی قوم کو سینہ سے لگائیں، اور انھیں محبت کی سوغات دیں، اس میں ہماری جان ومال کی حفاظت ہے، عزت وآبرو کا تحفظ ہے، سیاسی حقوق کا تحفظ ہے اور سب سے بڑھ کر اس سے دعوت کے وسیع مواقع حاصل ہو سکتے ہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

زندہ رہنا ہے تو میرِ کارواں بن کر رہو

ہندی مسلمانوں کے نام ایک حیات آفریں پیغام

دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صدسالہ کا تاریخ ساز، یادگار خطاب

—— مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاذْكُرُوا إِذَا أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ.

میرے بھائیو! عزیزو اور دوستو!

میں نے آپ کے سامنے سورہ انفال کی یہ آیت پڑھی ہے جو فوری طور پر میرے ذہن میں آئی۔ کسی غیبی طاقت نے میرے کان میں کہا، اس عظیم مجمع کو دیکھو، جو لاکھوں کی تعداد میں تمہارے سامنے ہے، اس غیر معمولی تعداد کا تصور پہلی صدی ہجری میں بڑے سے بڑا جنگ جو، غیر معمولی دوربین، حوصلہ مند، صاحب فراست اور بڑے سے بڑا پیشین گوئی کرنے والا بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دنیا ہی میں نہیں پورے کرہ ارض میں بھی نہیں، ایک ایسے قصبے میں، جو جزیرۃ العرب سے سات سمندر پار ہے اور جو زبان، تہذیب، قانون، قومیت اور نسل و مذہب کسی بھی رشتہ سے جزیرۃ العرب سے منسلک نہیں، مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو سکے گی۔ قرآن مجید کی اس آیت پر دوبارہ غور کیجئے اور پہلی صدی ہجری کے ان حالات کو یاد کیجئے جو مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں پیش آئے تھے۔

قرآن مجید مسلمانوں کو مخاطب کر کے (جن کی تعداد اس وقت چند ہزار سے زیادہ نہ تھی) کہتا ہے: "جب تم تھوڑے تھے، زمین میں کمزور سمجھے جاتے تھے، ہروقت ڈرتے تھے کہ تم کو کوئی جھپٹا مار کے اُچک نہ لے جائے، یہاں پر قرآن مجید نے تخطف کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی جھپٹا مارنا اور اڑا کر لے جانا ہیں، حالت یہ تھی کہ تم لقمہ تر تھے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو چھوڑیئے کہ حجاز بلکہ صرف قریش کا قبیلہ ہمیشہ کے لیے اس چراغ کو گل کرنے کے لیے کافی ہوتا۔ قرآن مجید کے اندر مندرجہ ذیل آیت میں پھونک مار کر بجھانے کی تعبیر استعمال کی گئی ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ.

یہ صرف ادبی لفظ نہیں، اس کے سارے الفاظ معجز ہیں۔ اس لفظ میں ایک سچی اور صحیح تصویر ہے۔ حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کا چراغ اور اسلام کے چراغ نور کو ہر وقت گل کیا جا سکتا تھا، اس کے بجھانے کے لیے کسی پنکھے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ وہ منہ کی پھونک سے بجھایا جا سکتا تھا، اللہ تعالیٰ نے دو تین جگہ قرآن مجید میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کے حالات کی صحیح اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ.

اور تم کو پناہ دی اور نصرت خداوندی اور آسمانی مدد کے ذریعہ تمہاری تائید کی اور صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حلال و پاک چیزوں میں سے تم کو عطا فرمایا تا کہ تم شکر ادا کرو۔ طیبات کا لفظ عام

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے، سلطنت سے لے کر مطلق العنان و با اختیار سلطنت تک اور سلطنت کے دنوں میں جو عزت ہوتی ہے، جو اعزاز و اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جو قانون سازی کی طاقت، آزادی وخود مختاری اور بلندی و برتری حاصل ہوتی ہے، یہ سب طیبات میں آتا ہے:

وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

کہ شاید تم شکر کرو، اور تمھارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔ آج میں انسانوں کا جنگل دیکھ رہا ہوں اور اس وقت کو یاد کر رہا ہوں جب چند ہزار مسلمانوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے یہ احسان جتلایا تھا، لیکن آج ہماری کیا حالت ہوگئی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک قصبہ میں دین کے خادموں کی ایک آواز پر دنیا کے دور دراز گوشوں سے کتنے انسانوں کو جمع کر دیا ہے، ہر ملک کے لوگ یہاں اس طرح جمع ہو گئے ہیں، اگر بے ادبی نہ ہو تو بلا تشبیہ میدان عرفات کا نقشہ یہاں دکھائی دے رہا ہے۔ جو طاقت مسلمانوں کو میدان عرفات میں جمع کرتی ہے وہی طاقت اور سنت ابراہیمی کی وہی کشش ہے جس نے آج اس قصبہ میں لاکھوں مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے: وَاذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ.

تیری سپہ انس و جن تو ہے امیر جنود

مکہ مکرمہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو سنت ابراہیمی اور سنتِ محمدی کی وجہ سے، مدرسہ میں اگر مسلمان جمع ہوتے ہیں تو اس میں بھی سنت ابراہیمی اور سنت محمدی کی کشش کو دخل ہے اور آج بھی اس آواز میں وہ غیر معمولی طاقت اور کشش ہے جس کو اگر مسلمان سمجھ لیں تو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی حکومت میں وہ اثر اور طاقت نہیں، جو اَب بھی ایمان کی آواز میں ہے۔ اقوام متحدہ سو بار جئے، سو بار مرے، امریکا اور روس جیسی بڑی بڑی طاقتیں مر مر کے زندہ ہوں، پھر بھی ان کی آواز میں وہ طاقت و تاثیر نہیں جو اسلام کی آواز میں ہے، جس طرح مقناطیس لوہے کے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اسی طرح آج بھی اس آواز میں وہ کشش، توانائی اور مسیحائی ہے جو دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے۔ ہمیں اور آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے قلیل تعداد کو کثیر تعداد پر غالب کر دیا۔

میں نے عربوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو لاشئی سے کل شئی بنا دیا، اور میں آپ سے ایک بار نہیں چار بار کہتا ہوں کہ آپ کچھ نہ تھے، سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کے طفیل عطا کر دیا۔

ذرا سوچئے تو سہی، آپ ہندوستان میں کس چیز کی پرستش کر رہے تھے؟ شجر وحجر سے لے کر ہر چیز آپ کے لئے معبود ومسجود بننے کے لائق تھی۔ پستیوں، ذلتوں، جہالتوں اور شقاوتوں کے اس بحر ظلمات سے آپ کو کس نے نکالا ہے؟ یہ وہی انبیائے کرام کی دعوت تھی جو آخری طور پر قیامت تک کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم کے ذریعہ سے اس دنیا کو پہنچی، اگر عربوں پر یہ احسان ایک مرتبہ ہے، تو آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان سو بار ہے۔ میں عربوں سے بار بار خطاب کرتا ہوں اور ان کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوں، یہ ان کی عالی ظرفی اور کریم النفسی ہے کہ میں نے ان کو جھنجھوڑا تو جھک گئے اور جب بھی میں نے ان کو پکارا تو انھوں نے آواز دی اور جب بھی ان کا ایک محتسب کی طرح احتساب کیا، انھوں نے اس کو برداشت کیا، حالاں کہ مجھے اس کا کوئی حق نہ تھا، میں تو اس میخانہ کا ایک ادنیٰ مے خوار ہوں، اب میں آپ سے کہوں گا اور سو بار کہوں گا کہ خود کو یاد کریں کہ آپ کہاں تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہاں پہنچا دیا؟

میرے دوستو اور بزرگو!

آپ اپنی حقیقی عظمت کے راز کو سمجھئے کہ دنیا میں اب تک ہزاروں طوفان، آندھی اور سیلاب کے باوجود آپ اب تک کیوں باقی ہیں؟ ایک ہندوستان ہی کی تاریخ کو دیکھ لیجئے۔ یہ زمین جس کو حالی نے ''اکّالُ الْاَرْضِ'' اور ہندوستانی تہذیب ومزاج کو اکّال

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

الأمم سے تعبیر کیا ہے، یعنی جو قوم یہاں آئی وہ تحلیل ہوگئی اور اس نے اپنی قومی خصوصیات و امتیازات کو کھو دیا۔ اور "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" کا منظر سامنے آتا رہا۔ اس میں نہ تو آریائی نسلیں باقی رہیں نہ دوسری قومیں۔ جو بھی یہاں آیا وہ اس کے رنگ میں رنگ گیا۔ لیکن وہ کیا چیز تھی جس نے اپنے آپ کو اپنے تشخص کے ساتھ باقی رکھا ہے؟ وہ ہے عقیدہ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستگی، اللہ تعالی کی عظمت کا اقرار اور اس کے سامنے ساری طاقتوں کا انکار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کی محبت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا۔ یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر ہم اس قابل ہوئے کہ اس منظر کو دیکھ سکیں، ہم ان عربوں کو اس لیے جمع کرتے ہیں کہ ان سے ملیں اور ان سے کہیں کہ اسے ہمارے مرشدو! اے ہمارے استادو! تم نے ہم کو جو سبق پڑھایا تھا اور جو مبلغ ہندوستان بھیجے تھے، ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں اور ہم کندہ ناتراش نہیں ثابت ہوئے۔ محمد بن قاسم الثقفی اور دوسرے بزرگان دین خواہ براہ راست عرب سے آئے یا دوسرے ملکوں سے ہو کر، جو سبق لے کر آئے تھے وہ سبق ہم نے یاد رکھا، اور ہم نے آپ کو اسی لیے بلایا ہے کہ ہم اپنا سبق سنائیں اور یہ زبان حال سے سن رہے ہیں اور حیرت زدہ ہیں کہ اس ہندستان میں اتنے غیور مسلمان، شمع اسلام کے اتنے پروانے، اسلام کی شمع کو اس طرح جلا سکتے ہیں اور علم کی شمع پر اتنے پروانے جمع ہو سکتے ہیں۔ ہم نے ان عربوں کو دارالعلوم کی تاریخ سنانے اور اس کے کارناموں کی عظمت سے باخبر کرنے کے لیے جمع نہیں کیا ہے، بلکہ ہم انھیں کے مشہور شاعر ابوفراس ہمدانی کا وہ شعر سنانا چاہتے ہیں جس میں اس نے کہا تھا:

صَنَائِعَ فَاقَ صَانِعُهَا فَفَاقَت
وَغَرسٌ طَابَ غَارِسُهُ فَطَابَا
وَكُنَّا كَالسِّهَامِ إِذَا أَصَابَتْ
مَرَامِيهَا فَرَامِيهَا أَصَابَا

(کارنا ہے جن کو بنانے والے بڑے بلند و عالی مرتبہ تھے، وہ بڑے روشن ہیں، وہ پودا جس کا لگانے والا بڑا کریم، بڑا شریف، بڑا عالی استعداد تھا، وہ پودا خوب کامیاب نکلا اور خوب برگ و بار لایا۔ ہم تو تیر تھے، جب تیر انداز نے کمان میں جوڑ کر ان تیروں کو چلایا تو وہ اپنے نشانے پر بیٹھے۔ تو تیروں کی تعریف ہے اور تیر انداز کی بھی تعریف ہے۔)

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عظمت اور تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیے، ہم مسلمان ہیں ہم کو اس کا اقرار ہے، ہم اس ملک میں پورے اسلامی امتیازات اور مکمل اسلامی تشخصات کے ساتھ باقی رہیں گے یہ ہمارا فیصلہ ہے۔

بزرگو! اور دوستو! ہجرت کا فلسفہ کیا ہے؟ ہجرت کا شرعی حکم کیوں ہے؟ اسی لیے کہ جس زمین پر احکام اسلام پر عمل نہ ہو سکے اس سرزمین کو چھوڑ دینا فرض ہے، ہم اس ملک میں اس حالت میں نہیں رہ سکتے کہ ہم اپنے تمام تشخصات و امتیازات سے دست بردار ہو جائیں اور اپنے مابہ الامتیاز عقائد کو چھوڑ دیں، اپنے عقیدہ توحید و رسالت، ایمان بالآخرۃ سے دست کش ہو جائیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عقیدت اور آپ کی سنت پر چلنے کے جذبہ سے ہم خالی اور عاری ہو جائیں۔

ہم صاف اعلان کرتے ہیں، اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گزارنے پر ہرگز راضی نہیں جن کو صرف راتب چاہئے اور ان کو self security چاہیے کہ ان کو کوئی مارے نہیں، ہم ہزار بار ایسی زندگی گزارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ ہم تراویح اور اشراق و تہجد تک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ ہم ایک ایک سنت کو سینے سے لگا کر رہیں گے اور رسول اکرم کی سیرت کو سامنے رکھ کر کسی ایک نقش بلکہ کسی نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لیکن عزیزو اور دوستو! اس وقت جبکہ پورے ملک اور عالم اسلام کا جوہر اور دل و دماغ ایک جگہ جمع ہے، اور یہاں ایسے لوگ جمع ہیں جن کا فتویٰ سکہ رائج الوقت کی طرح چلتا ہے، میں ان تمام حضرات کی موجودگی میں کہتا ہوں، آپ یہاں سے عہد کر کے جائیں کہ ہم کو اس ملک میں مسلمان بن کر ہی رہنا ہے اور ہم کسی قیمت پر اس سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

میرے بھائیو! آپ اپنی طاقت اور اپنی قوت سے آشنا ہوں

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

آپ اپنے ساتھ تو انصاف کیجئے۔ مسئلہ ایک مدرسہ یا کسی جامعہ کا نہیں، نہ کسی مکتب خیال کا مسئلہ ہے، اور نہ کچھ منصوبوں اور عمارتوں کی تکمیل کا مسئلہ ہے، مسئلہ صرف علوم اسلامی کے باقی رکھنے اور اسلامی شخصیت کے تحفظ کا نہیں ہے، آج مسئلہ ہے اس ملک کی قیادت کا، آپ دوسروں کے پیچھے چلنے کے لئے ہرگز نہیں پیدا کیے گئے، اور نہ خدا نے آپ کو اس ملک میں اس لیے بھیجا ہے کہ آپ دوسروں کے غاشیہ بردار ہوں، اور آپ لوگوں کے اشاروں کو دیکھیں اور ان کے چشم و ابرو کو پہچاننے کی کوشش کریں کہ ملک کس رخ پر جا رہا ہے، ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیات کے دھارے کو جانتے ہیں، ہم تو دنیا کی قیادت و امامت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

حضرات! آج ملک خودکشی کے لئے قسم کھا چکا ہے، وہ آگ کی خندق میں گرنے کے لئے تیار ہے، وہ بد اخلاقی اور انسانیت کشی کے دلدل میں ڈوب رہا ہے، آپ ہی ہیں جو ہندوستان میں کیا، پورے ایشیا میں اس ملک کو بچا سکتے ہیں۔ آپ اللہ اور رسول کی بات کہئے، آپ کو کوئی ضرورت نہیں کہ آپ نیلام کی منڈی میں اُتر آئیں اور آپ سودا کرنے لگیں کہ ہماری بولی بولی جائے۔ آپ متاع نایاب ہیں، اللہ کے سوا آپ کی خریداری کا کوئی حوصلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں، کاش میں آپ کے دلوں اور دماغوں پر چوٹ لگا سکتا۔ میں صرف آپ سے کہتا ہوں کہ اس ملک کو صرف تنہا آپ بچا سکتے ہیں، اس لئے کہ آپ کے پاس عقیدہ توحید اور انسانی اصول و مساوات ہے، آپ کے پاس اجتماعی عدل کا مکمل نظام موجود ہے، آپ ہی ہیں جو ہر چیز سے بالا تر ہیں، آپ ہی ہیں جن کے پاس ایمان بالآخرۃ ہے اور والعاقبۃ للمتقین پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے نہیں جن کی نظر طاقت اور قوت پر رہا کرتی ہے اور جن کی نگاہ میں مال و متاع اور اکثریت ہی سب کچھ ہے، اور نہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو انتخابات میں کامیابی اور پارلیمنٹ تک پہنچ جانے ہی کو سب سے بڑی معراج سمجھتے ہیں۔

بزرگو اور دوستو!

جو دولت کے فلسفے پر ایمان رکھتا ہے اور ہر چڑھتے سورج کو پوجنے لگتا ہے وہ ڈوب کر رہے گا، اس کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ عرب ممالک اس سے بہتر حالت میں نہیں اور یہ میں آپ سے اردو میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں، میں نے ان سے بارہا کہا ہے:

"لا الفقرَ اَخشَى عليكُم وَلٰكِنْ أَخْشَى أَنْ تَبْسُطَ عَلَيْكُمُ الدُّنيا كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ.

اس کو میں نے مکہ اور مدینہ میں کہا اور ہر جگہ میں نے یہیں صدا لگائی، کہ وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کے وعدوں پر یقین اور اس کی نصرت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اگر ہندوستانی مسلمان اپنے اندر ایمانی خصائص پیدا کر لیں تو تو آج بھی آتش نمرود سرد پڑ سکتی ہے، اور وہی انداز گلستاں پیدا ہو سکتا ہے۔

میرے عزیزو اور دوستو! میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ مولانا قاسم نانوتویؒ اور ان کی روح کا یہی پیغام ہے، حضرت شیخ الہندؒ اسی میں جلتے اور جھلستے رہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حکیم الامت حضرت تھانویؒ اور مولانا مدنیؒ اپنے اپنے خاص طرز اور اسلوب سے اسی کے لیے ہمیشہ سوزاں اور لرزاں رہے کہ ہندستانی مسلمان اپنی خصوصیات اور ملی تشخصات کے ساتھ اس ملک میں باقی رہیں، قرآن وسنت کو سینے سے لگائے رکھیں، اختلافی مسائل چھیڑنے کے بجائے توحید وسنت پر زور دیں۔ دیوبند کا یہی پیغام ہے اور ان کی یہی خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے سرمایہ ملت کو بچانے کی کوشش کی اور اختلافی مسائل کو عوام کے سامنے نہیں لائے۔ یہ دیوبند وارث ہے حضرت مجدد الف ثانی کا، اور اگر کوئی نہیں سمجھتا تو اس کو سمجھنا چاہئے۔ یہ میرا مقام نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں، اور حضرت مجدد الف ثانی کے وارث ہیں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مقتدر بزرگوں میں سے کسی کو بھی اس میں کلام نہیں کہ یہ حضرت شاہ ولی اللہ کا گلستان اور ان کا مکتب فکر ہے، جو دیوبند کی شکل میں اس وقت سامنے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جہاں جہاں صحیح العقیدہ درس گاہیں ہیں وہ شاہ ولی اللہ کی شمع فروزاں اور اسی کی تجلیات ہیں۔

منصب قیادت وحفاظت ملک وملت کا فریضہ

حضرات! میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنے لئے قائد کا مقام اختیار کیجئے، آپ سمجھئے کہ آپ کی حیثیت اس ملک میں قائد کی ہے۔ میرے لیے یہ بات نا قابل برداشت ہے کہ کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو یہ کرنا چاہیے۔ کون یہ کہنے کا حق رکھتا ہے۔ کیا نبی عربی کے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہوگا، کیا کتاب اللہ کے بعد اور کوئی کتاب آسمان سے نازل ہوگی، کیا شریعت محمدی کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی؟ ہم سے کہنے والا صرف اللہ اور اس کا رسول ہے، ہمارا ساتھ دینے والی ہماری آسمانی کتاب اور سنت رسول ہے۔ آپ یہ عہد کر کے یہاں سے جایئے کہ آپ کو ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں رہنا ہے اور کتاب وسنت کو دل وجان سے زیادہ عزیز رکھنا، اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی کے لیے تیار رہنا ہے۔ اگر آپ ان خصوصیات کے ساتھ اس ملک میں ہیں تو انشاء اللہ آپ عزت کے ساتھ سربلند اور سرخرو ہیں۔ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ.

حضرات! یہ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء جن کو دستار فضیلت ملنے والی ہے، ان سے اس درس گاہ کی تین چار اہم خصوصیات کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔

(1) اس درس گاہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اختلافی مسائل کے بجائے توحید وسنت پر اپنی توجہ مرکوز کی (اور یہ وہ وراثت اور امانت ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید کے وسیلہ سے اس کو ملی اور ابھی تک اس کو عزیز ہے)۔

(۲) اتباع سنت کا جذبہ اور فکر

(۳) تعلق مع اللہ کی فکر اور ذکر وحضوری اور ایمان و احتساب کا جذبہ

(۴) چوتھا عنصر ہے اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ اور کوشش

یہ چار عناصر مل جائیں تو دیوبندی بنتا ہے، اگر ان میں سے کوئی عنصر کم ہو جائے تو دیوبندیت ناقص ہے، فضلائے دارالعلوم دیوبند کا یہ شعار رہا ہے کہ وہ ان چار چیزوں کے جامع رہے ہیں۔

اب میں عام آدمیوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس میں آپ کا بھی حصہ ہے اور یہ صرف فضلاء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ آپ بھی یہاں سے پیغام لے کر جایئے کہ عقیدہ توحید کو سینے سے لگانا ہے، اور آپ کے گرد جو شرک اور فتنہ کا دھارا بہہ رہا ہے، اس سے الگ رہنا ہے، توحید پر آپ قائم رہیں، اتباع سنت اور فرائض کی پابندی کا جذبہ آپ کے اندر ہو، اور تعلق مع اللہ کی کوشش کرتے رہیں۔ آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ، ذاکر ومذکور، محبّ ومحبوب اور عبد ومعبود کا ہونا چاہئے۔ یہی تعلق آپ کے دل ودماغ اور آپ کے اعصاب پر حاوی ہونا چاہئے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قربانی مقصد اور روح

مفتی سالم فاروق ندوی ریسرچ اسکالر ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ

قربانی حضرت ابراہیم کی یادگار سنت

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عظیم سنت و یادگار عمل ہے، جس کو آپؑ نے محض خداوند قدوس کے حکم کی تعمیل میں اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل کی قربانی پیش کر کے انجام دیا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان تھا۔ آپؑ کی پوری زندگی متعدد قربانیوں کا پیکر ہے، صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں، ''جس وقت سے حق ان پر منکشف ہوا اس وقت سے لے کر مرتے دم تک ان کی پوری زندگی سراسر قربانی ہی قربانی تھی۔ دنیا میں جتنی چیزیں ایسی ہیں جن سے انسان محبت کرتا ہے، ان میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو حضرت ابراہیمؑ نے حق کی خاطر قربان نہ کیا ہو اور دنیا میں جتنے بھی خطرات ایسے ہیں جن سے آدمی ڈرتا ہے ان میں سے کوئی خطرہ ایسا نہ تھا جسے انہوں نے حق کی راہ میں نہ جھیلا ہو۔'' (تفہیم القرآن، البقرہ حواشی 124) قرآن میں آپؑ کی سیرت سے متعلق دعوت، عزیمت، قربانی، اللہ سے محبت اور توکل پر مبنی عظیم واقعات پیش کرتے ہوئے ان کی ایسی عالی مرتبت صفات کو بیان کیا گیا ہے جو ساری انسانیت کے لیے نمونہ ہیں اور قرآن کریم نے اس طرف اشارہ بھی کیا ہے قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم والذين معه۔ آزمائشوں سے بھر پور زندگی کے ذریعہ اہل ایمان کو ہر قسم کے حالات میں رضائے الٰہی کی خاطر صبر وتحمل، ثبات واستقامت اور توکل کے ساتھ نور توحید کے اتمام کے لیے جد وجہد جاری رکھنے کا درس دیا گیا ہے، ابتدا سے لے کر آخری عمر تک ہر قدم پر آپؑ نے قربانیاں پیش کیں، جن میں سب سے اہم اپنے ہاتھوں سے اپنے لخت جگر کی گردن پر چھری چلانا تھا، مگر حکم ربانی کے سامنے یہ کام بھی آپؑ نے بلا دریغ کر دکھایا۔

قربانی کی تاریخ اور اس کا حقیقی درس

قربانی کا تصور ہر قوم اور ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے، ''وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ.'' (الحج 34) ترجمہ: ''اور ہم نے ہر اُمت کے لیے اس غرض سے قربانی کرنا مقرر کیا تھا کہ وہ ان چوپایوں کی قسم کے مخصوص جانوروں کو قربان کرتے وقت اللہ کا نام لیا کریں، جو اللہ نے ان کو عطا کیے تھے''۔ بتوں کے نام پر بھی لوگ قربانی کرتے تھے حتی کی دور جاہلی میں اسی کا رواج تھا، لیکن اسلام نے قربانی کے جو مقاصد بیان کئے ہیں وہ حیاتِ انسانی میں ایک انقلاب بپا کر دیتے ہیں۔ امت محمدیہ کو جس قربانی کا اشارہ دیا گیا اس کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب ہے۔ ابراہیمؑ کے یہاں ایک طویل عرصہ تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی "رب هب لي من الصالحين" چنانچہ آپؑ کی یہ دعا قبول ہوئی اور آپ کے گھر میں ننھے اسماعیل کی آمد ہوئی، ارمانوں سے مانگا ہوا یہ بچہ جب سن شعور کو پہنچا اور اپنے بوڑھے باپ کا سہارا بننے کے قابل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ملتا ہے کہ اس کی قربانی پیش کی جائے۔ مختلف روایات کے مطابق آپؑ نے یہ خواب کئی راتوں تک مسلسل دیکھا کہ وہ اپنے لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے قربان کر رہے ہیں۔ آپ نے اس کا اظہار بیٹے کے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سامنے کیا" يٰبُنَيَّ اِنِّي اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّي اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى اے میرے لخت جگر میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں اپنے ہاتھوں سے تم کو ذبح کر رہا ہوں، تمہارا اس سلسلہ میں کیا خیال ہے؟ بیٹے نے وہی جواب دیا جو ایک نبی کے بیٹے کا جواب ہوسکتا ہے، بیٹے نے کہا "يـاَبَتِ افعَل ما تُؤمر" والد گرامی آپ کو جو حکم دیا جارہا ہے آپ اسے کر گذرئے۔ (ہم اپنی اولاد کی تربیت ایسی کریں کہ وہ وقت آنے پر اللہ تعالی کی راہ میں جان دینے سے نہ کترائے)، چنانچہ اس وقت آپ نے اپنے لخت جگر کو ساتھ لیا اور ان کو خدا کے سامنے قربان کرنے کا فیصلہ فرمایا، لیکن یہاں خدا کو محض امتحان مقصود تھا، اس لیے ان کی جگہ جنت سے ایک دنبہ بھیج کر اس کی قربانی کرائی، اس طرح حضرت ابراہیمؑ نے خدائے عز وجل کے سامنے اپنے لخت جگر کی قربانی پیش کر کے یہ مثال قائم کردی کہ اس کے حکم کے سامنے اپنی قیمتی چیز بھی لٹائی جاسکتی ہے، آپ کا یہ عمل اللہ کو اس قدر پسند آیا کہ بعد میں تمام امتوں میں اس کو جاری فرمادیا۔

قربانی کا اصل پیغام اور اس کی روح

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جس کو عید الاضحیٰ کے موقع پر ادا کیا جاتا ہے۔ قربانی کے پیغام و مقصد کا استحضار کرتے ہوئے ہمیں قربانی کی یہ سنت ادا کرنی چاہیے۔ قربانی کو عموماً ایک رسم کے طور پر ادا کیا جانے لگا ہے۔ اپنی شہرت کی خاطر عموماً مہنگی قیمتوں پر جانور خرید کر قربان کیا جاتا ہے۔ جبکہ قربانی ہمارے ایمان کی کسوٹی، اسلام کی زندہ مثال، تقوی کی جان، اخبات وخشیت الٰہی کی کلید، شکر کا جوہر اور بہترین طریقہ ادائیگی، احسان کا مظہر اور ذکر وتکبیر الٰہی کی بے مثال تعبیر ہے۔ قربانی کے تقاضے اور مطالبے اس کی روح کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت سے عبارت ہیں۔ مومن کی پوری زندگی اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کی تگ ودو کا محور ہے۔ اسلام نے ان مقاصد کی تکمیل کے شرعی اصول وضع کئے، تاکہ انسان بطریقِ احسن اپنے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکے۔ قربانی ایک عظیم الشان عمل ہے۔ اس کا مقصد صرف ایک جانور قربان کر دینا ہی نہیں بلکہ نفس میں غنا، بے نیازی کی کیفیت پیدا کرنا اور بڑے سے بڑے ایثار کے لئے تیار ہونا ہے۔ قربانی محض نام ونمود اور شہرت کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ اس بات کی مشق ہے کہ حکم خداوندی کے آگے ہمیں کسی بھی قسم کی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹنا ہے، اپنی جان و مال کے ساتھ اپنا سب کچھ اس رب کی خاطر لٹا سکتے ہیں۔ عیدالاضحیٰ کے موقع پر اللہ کے حکم سے جو قربانی کی جاتی ہے اس میں حضرت ابراہیمؑ کے جذبہ قربانی کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور آپس میں محبت، ہمدردی، غم خواری، برداشت، ایثار وترجیح کے پیغام کو اپنے اندر اتارنے کی ضرورت ہے، جانور کی قربانی سے پہلے اپنی خواہشات کی قربانی اور تزکیہ نفس ضروری ہے، اس بات کا استحضار ہو کہ ہم خود اپنے نفس امارہ، ناجائز خواہشات نفس، بے ضبط بہیمی جبلتوں اور اپنی تمام تر قباحتوں کو ذبح کر رہے ہیں، محض جانور کے خون بہا دینے سے سنت ادا ہو جائے گی، واجب بھی سر سے اتر جائے گا لیکن قربانی کا اصل مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ قربانی یہ ہے کہ اپنی جان و مال، عزت وآبرو، راحت وآرام، سکون واطمینان، اور جو کچھ انسان دنیاوی زندگی میں چاہتا ہے، اُسے رضائے الٰہی کے لئے قربان کر دے۔

قربانی تقویٰ اور احساس عبدیت کا مظہر

قرآن کی نظر میں قربانی کا اصل مقصد تقویٰ ہے "لـن ينـال الله لـحـومـهـا و لا دمائها ولكن يناله التقوى منكم" کہ ہرگز ہرگز اللہ کو تمہارے جانوروں کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون پہنچتا ہے، بلکہ اللہ تبارک وتعالی کو تو تمہارا تقوی جاتا ہے۔ لہٰذا قربانی تقوی کے استحضار کے ساتھ کی جائے، یہی تقویٰ، اطاعت و فرمانبرداری قربانی کی روح ہے اور اللہ کے یہاں وہی قربانی شرف قبولیت پاتی ہے، جسے اس کے اصل مقصد کے ساتھ ادا کیا جائے۔ یہ قربانی رب کائنات کی مرضی کے آگے خود کو فنا کر دینے کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نام ہے۔قربانی نام ہے اللہ کے حکم پر اور اس کی خاطر اپنے مال، اپنی خواہشات، اپنے جذبات اور اگر ضرورت پڑے تو اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا۔قربانی اسی جذبے سے کرنی چاہیے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ سب ہمارے رب کا دیا ہوا ہے، اس کے حکم پر ہم اس کو چھوڑ سکتے ہیں،اس مال کی محبت ہمیں کبھی بھی اپنے خدا سے غافل نہیں کرے گی۔جانور کو ذبح کرتے وقت جو دعا پڑھی جاتی ہے،اس کا استحضار اور اس کے پیغام کو سمجھنے کی ضرورت ہے،جس میں وہ اسی بات کا عہد کرتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز سے اپنا رخ موڑ کو ایک اللہ کی طرف میں نے اپنا رخ کیا ہے اور اس قربانی کا مقصد کوئی نام ونمود یا شہرت حاصل کرنا نہیں ہے، بلکہ محض خدا وند کے لیے میں اس قربانی کو انجام دے رہا ہوں۔

ایام قربانی کی سب سے بڑی عبادت؟

"عَنْ عَائِشَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: مَاعَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ أَنَّه لَيَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَ أَشْعَارِهَا وَ أَظْلَافِهَا وَ إِنَّ الدَّمَ يَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَّقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً." (جامع ترمذی ج1ص275 باب ما جاء فی فضل الاضحیه) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذی الحجہ کی 10 تاریخ کو کوئی نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کرنے والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں اجر وثواب کا سبب بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو (ترمذی) ایک حدیث میں آتا ہے کہ قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ایک روایت میں ہے: آج کے دن ابن آدم کا کوئی عمل خون بہانے سے افضل نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاندی (یا کوئی بھی مال) کسی ایسی چیز میں خرچ نہیں کیا گیا جو اللہ کے نزدیک اُس اُونٹ سے پسندیدہ ہو جو عید کے دِن ذبح کیا گیا، یہاں اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی سے بہتر ہے صدقہ وخیرات کر دیا جائے، غریبوں کی امداد کر دی جائے اور اس خطیر رقم کو کسی دوسرے مصرف میں خرچ کی جائے۔ان کو اول تو رسول اللہ کی ان مذکورہ احادیث پر غور وفکر کرنا چاہیے، کہ یہ حکم خداوندی ہے، جہاں قیل وقال کی گنجائش نہیں۔قربانی ایام کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ صدقہ وخیرات کے لیے وقت کی تعیین نہیں انسان پورے سال خوب صدقہ کرے اسے اس کی آزادی ہے۔اسی طرح اگر اس طرح اعتراض کرنے والوں کی وجہ سے احکام اسلامی کو ختم کیا جانے لگے تو سب سے پہلے ان کو توحید پر اعتراض ہوتا ہے۔ایام قربانی میں قربانی سے بڑھ کر اگر غرباء کی امداد اور رفاہی کاموں کی اہمیت ہوتی تو یقیناً رسول اللہ امت کے اہل ثروت کو اسی کا حکم دیتے، لیکن آپ نے نہ صرف قربانی کی اہمیت کو واضح کیا بلکہ خود بھی اس عظیم سنت کو انجام دیا، جبکہ غرباء و مساکین اور رفاہی کاموں کی اپنی ایک اہمیت ہے، قربانی شعائر اسلام میں سے ہے، جس کو صحابہ وتابعین اور سلف نے ہمیشہ اہمیت کے ساتھ انجام دیا ہے۔

قربانی کی دعا کا پیغام

قربانی کی دعا کی دوسری آیت میں بھی وہی تجدید عہد ہے کہ میرا مرنا میرا جینا میری نماز اور قربانی سب اللہ کے لیے ہے،" اِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ " قربانی کی روح تقرب خداوندی کے حصول میں سب کچھ قربان کر دینے کا عہد وحوصلہ کرنے سے عبارت ہے، جس میں خلوص نیت بھی ہو اور حسن عمل بھی، اس لیے قربانی کو اس کی اصل اور روح کے ساتھ انجام دیا جائے، اس موقع پر دوسری قومیں بھی مسلمانوں کے اس عمل کو دیکھتی ہیں۔چنانچہ دین اسلام کے اس حکم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کی تعمیل ہمیں اس انداز سے کرنی چاہئے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے ان تہواروں کو محض تفریح کا ذریعہ نہ سمجھیں۔ بلکہ ہمارے عمل سے اس بات کا مظاہرہ ہو کہ مسلمانوں کے اندر آج بھی وہی روح اور اللہ کے ساتھ محبت ووفاداری کی ویسی ہی کیفیت موجود ہے جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا۔ قربانی تقویٰ کے حصول کے ساتھ بندگی رب کے اظہار اور احساس عبدیت کا سب سے خوبصورت مظہر ہے۔

قربانی؛ تصور توحید کی عکاس

جس زمانے میں ابراہیم علیہ السلام کو توحید کی بالادستی کے لئے مبعوث کیا گیا، اس وقت صرف آپ کی ذات گرامی خدا، یا حقیقت اعلی کے بارے میں باقی دنیا سے مختلف تصور رکھتی تھی۔ باقی دنیا شرک اور توہمات کی بھول بھلیوں میں کھو چکی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے شرک کے کارندوں کو ہرانے کے لئے جو دلائل پیش کیے ان سے خوب واضح ہوتا ہے کہ پوری دنیا کی مذہبی صورت حال کیا تھی۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ تقریباً تمام انسانیت شرک کے گھپ اندھیرے میں کھو چکی تھی۔

قربانی عبادت کی ترجمان ہے، اسی تصور عبادت میں کئی مرتبہ بگاڑ پیدا ہوا اور لوگ شرک کی طرف چلے گئے، حتی کہ قربانی بھی بتوں اور دیگر معبودان باطلہ کے لیے کرنے لگے، آباؤ واجداد کے نام پر نذرانے چڑھاتے اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے۔ اس بگاڑ کو بھی قربانی کے ذریعہ درست کیا گیا اور یہ تصور واضح کیا گیا کہ قربانی عبادت ہے اور عبادت خدائے واحد کے لیے خاص ہے چنانچہ قربانی میں توحید کی عکاسی بھی پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی آیت میں اسی شرک کی نفی کی گئی ہے۔ "**لا شریک له وبذٰلک أمرت و أنا أول المسلمین**" تدبر قرآن میں مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت سے متعلق فرماتے ہیں، لَاشَرِيكَ لَهٗ خدا کا کوئی ساجھی نہیں۔ اس وجہ سے بندے کی زندگی میں بھی کوئی ساجھی نہیں۔ یہ پوری کی پوری بغیر کسی تقسیم و تجزیہ اور بغیر کسی تحفظ و استثنا کے صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لیے ہے۔ فرمایا کہ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، یہی میری فطرت ہے اور اسی کی مجھے اوپر سے ہدایت آئی ہے۔ اس وجہ میں نے سب سے آگے بڑھ کر اس قلادہ کو اپنی گردن میں ڈالا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اس راہ پر چل پڑا ہوں اب جس میں ہمت ہو اس راہ میں میرا ساتھ دے۔ میں اپنا سفر دوسروں کے انتظار میں ملتوی نہیں کر سکتا۔

معاشرتی زندگی میں قربانی اور ابراہیمؑ کی تربیت کی اہمیت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن کریم نے ایک امت قرار دیا ہے، **اِن ابراھیم کان أمّة قانتاً للّٰہ حنیفاً و لم یک من المشرکین** بیشک ابراہیم (اپنی ذات میں) ایک امت تھے، اللہ کے اطاعت گزار، باطل سے مجتنب، اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ جبکہ دوسری جگہ آپ کی ذات کو اسوہ قرار دیا گیا۔ **قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهٗ** ۔تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی معاشرتی طرز حیات میں ایک مثالی نمونہ ہے۔ کفر کے باوجود والدین کے ساتھ حسن سلوک بیوی بچوں کے ساتھ حسن شفقت، اور خدائے واحد کی مرضی کے آگے کسی کی لعنت و ملامت کی پرواہ کیے بغیر اپنے فریضہ کی ادائیگی یہ سب ایک انسان کی معاشرتی وسماجی زندگی میں بہترین نمونہ ہے ہم بھی اپنے بچوں کی ویسی ہی تربیت کریں ان کو قربانی کا مقصد سمجھائیں، خصوصاً اس بات کی طرف متوجہ کریں کہ خدا کے حکم کے آگے ہماری مرضی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

ان سب باتوں کے استحضار کے ساتھ جب قربانی کی عظیم سنت ادا کی جائے گی تو ان شاء اللہ ہماری انفرادی و اجتماعی اور معاشرتی زندگی میں اس کا فائدہ ہوگا، قربانی کا ایک مثبت پیغام ساری انسانیت تک پہنچے گا، خصوصا برادران وطن میں پھیلی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوگا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

کی تصانیف و مؤلفات، فتاویٰ، رسائل، مکتوبات اور مجموعۂ کلام

زیرِ قلم تالیف: امام الہند، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

احوال، خدمات، کارنامے، تصانیف و متعلقات اور تلامذہ کا ایک باب

حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

قسط : 9

ایک اور قدیم معتبر قلمی نسخہ

فتاویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز کا ایک اور قدیم معتبر نسخہ، کریم اللہ بن خلیل اللہ ڈار کا مکتوبہ و مرتبہ ہے، اس مجموعہ میں صرف حضرت شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ نہیں، بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ، ان کے چچا شاہ ابوالرضا محمد اور شاہ عبدالعزیز کے برادران عالی مرتبت، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر نیز شاہ محمد اسحاق، مولانا عبدالحی بڈھانوی، شاہ محمد اسماعیل شہید وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ اور مکتوبات و رسائل شامل ہیں، لیکن اس کا اکثر یا دو تہائی حصہ، حضرت شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ اور مکتوبات پر مشتمل ہے۔ مرتب مجموعہ نے اس کی تمہید میں لکھا ہے:

''ایں خوشہ چیں خرمن ارباب دانش، زلہ ربائے مائدہ فقیہان احکام شریعت، از بدو اشتیاق ادراک غوامض مسائل، وتمنائے دریافت فتاویٰ مالا ینحل، در سر داشت! واز خدمت فضلائے عصر وعلمائے دہر، استفادہ می نمود۔ چنانچہ اکثر فتاویٰ از جناب معلیٰ القاب، محقق حقائق منقول ومعقول، مدقق دقائق فروع واصول، سر دفتر علمائے باتمیز، جناب مولانا ومرشدنا، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی نور اللہ مرقدہ، واکثر مسائل مشکلہ از حضرتنا مولانا، تاج المتقین، مقتدائے خاص سنن سید المرسلین، حضرت مولوی عبدالحئ، وابلغ البلغاء واکمل الکملاء، قامع اساس کفر وتضلیل، مولانا محمد اسماعیل، ادام اللّٰہ تعالیٰ ظلالھما الی یوم التناد وقلع بیدھما بنیان الکفر والفساد، ودیگر مفتیان متبحر وعلمائے باخبر، کہ اکثر بزرگان ودوستان استفسار فرمودہ، وجواب باصواب حاصل نمود، مطمئن شدہ بودند، وپیش ہر یک منتشر و پراگندہ افتادہ بود، در سنہ یک ہزار دو صد و چہل ہجری فراہم آوردہ، در سلک تحریر کشیدہ مدون ساختم ۔

بامید آں کہ ایں اضعف عباد اللہ، کریم اللہ ولد خلیل اللہ ملقب بڈار، کہ لفظ ڈار علامت روسائے شہر کشمیر جنت نظیر است، بایں وسیلہ بدل مقبلے عبور کند، وحطور بر ضمیر صاحبدلے سرمایۂ جمعیت وحضور گردد، وبر صفحۂ روزگار یادگار بماند، وقاری وسامع جامع ایں مجموعۂ استفتاء را، بدعائے خیر یاد آرد''

اس مجموعہ کے مرتب، کریم اللہ بن خلیل اللہ ڈار، کشمیری تھے، حضرت شاہ محمد اسحاق سے بچپن سے گہرا تعلق رکھتے تھے، بعد میں ان کا شاہ محمد اسحاق کی نواسی سے نکاح بھی ہوگیا تھا، اس طرح وہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خاندان ولی اللّٰہی کے ایک فرد بن گئے تھے۔ڈار نے اس مجموعہ کی تالیف وترتیب کا کام، ۱۲۴۰ھ [۲۵-۱۸۲۴ء] میں شروع کیا تھا، جو حضرت شاہ محمد اسماعیل کی شہادت ۱۲۴۶ھ [۳۱-۱۸۳۰ء] تک جاری رہا۔ یہ مجموعہ جو علم اور معلومات کا مخزن اور فتاویٰ وتحریرات کا عمدہ ترین مجموعہ ہے، فل اسکیپ کے پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، اس کا عکس ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔

مذکورہ دونوں نسخوں کے علاوہ، حضرت شاہ صاحب کے فتاویٰ اور رسائل کے متعدد اچھے نسخے، ہند پاکستان کی لائبریریوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ ایک نسخہ، میں نے مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ کے کتب خانہ میں دیکھا تھا، یہ عام کتابی سائز کی تین جلدوں پر مشتمل تھا، اندازاً ایک ہزار سے زائد صفحات ہوں گے، تحریر کسی قدر جلی اور صاف تھی، سند تحریر وکتابت یاد نہیں، مگر مدرسہ صولتیہ کے ساتھ ساتھ اب یہ نسخہ بھی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا ہے، ایک اور عمدہ نسخہ کا، مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے اپنی تحریرات میں تذکرہ کیا ہے، ان کے علاوہ دس بارہ نسخے ہند پاکستان کی لائبریریوں میں موجود ہیں، ضرورت ہے کہ ان سب کو سامنے رکھ کر، ایک جامع اور مکمل مجموعۂ فتاویٰ شاہ عبدالعزیز تیار اور مرتب کیا جائے۔ ہمارے یہاں موجود قلمی کتابوں، خصوصاً حضرت مفتی الٰہی بخش کی بیاضوں اور تحریرات، نیز مولانا نورالحسن کاندھلوی کی نقل کی ہوئی کتابوں میں بھی، حضرت شاہ صاحب کے متعدد فتاویٰ منقول ہیں۔

فتاویٰ عزیزیہ کی پہلی طباعت

فتاویٰ عزیزیہ کا مجموعہ، سب سے پہلے مطبع مجتبائی دہلی نے شوال ۱۳۱۱ھ [مئی ۱۸۹۴ء] میں شائع کیا تھا، اس نسخہ کی اساس مولانا خلیل الرحمٰن برہانپوری، مقیم حیدرآباد کے مملوکہ خطی نسخہ پر تھی، اس کی تصحیح ومطابقت مولانا محمد احسن نانوتوی نے کی تھی، جو حضرت شاہ ولی اللہ اور خاندان ولی اللّٰہی کی کتابوں کے ماہر، پارکھ اور ناشر تھے۔ مطبع مجتبائی کی اس طباعت کے آخر میں درج ذیل الفاظ میں، اس کی صراحت ہے:

"**فالحمد لله علی ذلک** کہ بتوجہات کامل واکمل، فاضل اجل مجموعۂ خوبی ہائے بیکراں، مولانا خلیل الرحمٰن صاحب برہانپوری، حال وارد بلدۂ حیدرآباد دکن، **حفظه الله عن شرور الزمن والفتن** حسب تمنائے دلی حاصل گردید، پس بموجب آں کہ السعي مني والاتمام من الله تعالیٰ، آں مجموعہ را بأسرع أزمنہ بتصحیح، حضرت مولانا مولوی محمد احسن صاحب مدظلہ العالی وبہ حسن سعی کارپردانِ ازاں مطبع، ازحلیہ طبع محلی ساختہ، پیشکش ناظرین وشائقین کردہ آمد"۔ (۷۴)

مطبع مجتبائی کی پہلی طباعت شوال ۱۳۱۱ھ [مئی ۱۸۹۴ء] کی ہے، یہ اشاعت دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد کے ۲۴۸ صفحات ہیں، جس میں صفحہ دوسو تینتالیس [۲۴۳] سے دواڑتالیس [۲۴۸] تک فہرست عناوین ہے، جلد دوم بھی اسی مطبع سے ۱۳۱۴ھ [۹۷-۱۸۹۶ء] میں شائع ہوئی، جس کے کل ۱۴۷ر صفحات ہیں۔

طبع دوم: مجتبائی کی دوسری طباعت ۱۳۲۲ھ [۵-۱۸۰۴ء] کی ہے، یہ بھی دو جلدوں پر مشتمل ہے، جلد اول کے ۲۳۶ صفحات ہیں۔ جلد دوم کی پہلی طباعت، صفر ۱۳۲۶ھ [اپریل ۱۹۰۸ء] میں ہوئی تھی، کل ۱۵۲ صفحات ہیں۔

اس کے بعد مطبع مجتبائی سے فتاویٰ عزیزی کئی بار چھپی اور اب تک بھی اس کے عکس (Re-print) چھپتے رہتے ہیں۔

اردو ترجمے

فتاویٰ عزیزی تمام تر فارسی یا عربی میں ہے، اس کے اردو ترجمہ کی بڑی ضرورت تھی، جس پر کئی لوگوں نے توجہ کی، فتاویٰ عزیزیہ کے اردو میں کم سے کم تین ترجمے کئے گئے۔

پہلا ترجمہ: یہ ترجمہ مولانا عبدالجلیل نعمانی صاحب اور مولانا نواب علی صاحب نے مشترک کیا تھا، پہلی مرتبہ مطبع کنزالعلوم، حیدرآباد سے ۱۳۱۳ھ [۹۶-۱۸۹۵ء] میں شائع ہوا تھا، دو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول کے ۴۶۳ صفحات ہیں، جس میں آخر کے چار صفحات پر فہرست عناوین ہے اور ابتداء میں پانچ صفحات پر مشتمل اغلاط طباعت بھی شامل ہے۔

دوسرا ترجمہ: فتاویٰ عزیزی کا دوسرا ترجمہ، مولانا عبدالواجد منلوی غازی پوری نے حاجی محمد سعید صاحب کلکتہ کی فرمائش سے کیا تھا، یہ بھی دو جلدوں میں ہے۔ جلد اول ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ [جنوری ۱۹۰۶ء] میں فخر المطابع، لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی، ۵۳۲/ صفحات پر ہے۔ چند ماہ بعد اسی مطبع سے دوسری جلد ربیع الاول ۱۳۲۴ھ [مئی ۱۹۰۶ء] میں چھپی، جو ۳۵۲/ صفحات میں ہے۔

تحفۂ اثنا عشریہ

حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے عہد میں، شمالی ہندوستان میں جو مسئلے، مسلمانوں کے لئے خطرہ اور پریشانی کا سبب بنے ہوئے تھے، ان میں سے ایک، شیعیت کا فروغ اور اہل سنت کے، بڑی تعداد میں شیعیت کی طرف مائل ہونے کا تھا۔ مغلوں کے آخری دور حکومت میں بڑے عہدوں پر شیعوں کے تقرر اور ان کے ہاتھ میں زمام اقتدار آ جانے کی وجہ سے، ان کو اس کا بہت موقع مل گیا تھا، کہ وہ اہل سنت پر ہر طرف سے دباؤ ڈالیں، اپنی سیاسی قوت واثرات کا استعمال کر کے اہل سنت کو اپنا مسلک چھوڑ کر، شیعہ ہونے پر مجبور کر دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز دونوں نے، اس خطرہ کو بہت گہرائی سے جانچا، پرکھا اور اس کے خلاف مسلسل جدوجہد کرنے، مضبوط باندھ لگانے کی ہمیشہ کوشش فرمائی، جس میں دونوں حضرات پوری طرح کامیاب بھی رہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے إزالة الخفاء، قرة العينين في تفضيل الشيخين، الهدية السَنية في إنتصار الفرقة السُنّية جیسی بلند پایہ کتابیں تصنیف فرما کر، شیعیت کے بڑھتے سیلاب کو روکنے کی بڑی اور نہایت کامیاب کوشش فرمائی، حضرت شاہ عبدالعزیز نے بھی، اس روایت اور خدمت کو اہتمام سے آگے بڑھایا، اس کے لئے زبانی اور قلمی دونوں طریقوں سے پرزور جدوجہد کی، اس سلسلہ میں فتاویٰ لکھے، رسائل تحریر فرمائے، وعظ وتقریر کے ذریعہ سے، اس کی کمزوریوں کو واضح کیا اور عملاً جو کچھ ہوسکتا تھا، اس کے لئے عملی جدوجہد بھی فرماتے رہے، شاہ صاحب کے اس موضوع پر، جو بڑے کارنامے یادگار ہیں، ان میں تحفہ اثناعشریہ سرفہرست ہے، جس کی وجہ تالیف کی، شاہ صاحب نے خود تحفہ کی تمہید میں صراحت فرمائی ہے، جو اس طرح ہے:

> ’’غرض از تسوید ایں رسالہ وتحریر ایں مقالہ آں است، کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم ودریں زمان کہ ما در آئیم، رواج مذہب اثناعشریہ وشیوع آں بحدی اتفاق افتادہ، کہ کم خانہ باشد کہ یک دو کس ازاں خانہ بایں مذہب متمذہب نباشند، وراغب بایں عقیدہ نشوند، لیکن اکثرے از حلیۂ علم تاریخ واخبار خود جاہل وازاحوال اصول و اسلاف خود بے خبر وغافل می باشند؟ وہرگاہ درمحافل و مجالس با اہل سنت وجماعت گفتگوی نمایند، کج مج می گویند وشتر گربہ می آرند، حسبۃ للہ تعالیٰ بتحریر ایں رسالہ پرداختہ شد، تا در وقت مناظرہ از جادۂ خود بیروں نروند، واصول خود را منکر نشوند ودر بعضے از امور واقعی شک وتردد را، راہ ندہند‘‘۔ (۷۵)

ترجمہ: اس رسالہ کی تسوید اور اس مقالہ کی تحریر سے غرض یہ ہے، کہ ان شہروں میں، جن میں ہم لوگ رہتے ہیں، اس زمانہ میں کہ جس میں ہم موجود ہیں، مذہب اثناعشری [شیعیت] کا اس قدر اثر بڑھتا جارہا ہے کہ کم گھر ہوں گے کہ ان گھروں میں سے ایک دو لوگ، اس مذہب شیعہ سے وابستہ نہ ہوگئے ہوں، یا اس عقیدہ کی طرف راغب نہ ہوں، لیکن اکثر لوگ علم تاریخ اور اپنے احوال سے بے خبر اور اپنے اصول واپنے اسلاف کے تذکروں سے غافل ہیں، کبھی کبھی اہل سنت کی محفلوں میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اہل سنت والجماعت سے گفتگو کرتے ہیں اور ٹیڑھی میڑھی باتیں کہتے ہیں، جس میں ادھر سے ادھر کے جوڑ ملاتے رہتے ہیں [اس ضرورت کی وجہ سے میں نے] اللہ تعالیٰ کے لئے اس رسالہ کو لکھا ہے، تا کہ مناظرہ وگفتگو کے وقت، اپنی حد سے باہر نہ ہوں اور اپنے اصول کا انکار نہ کر دیں اور بعض ایسے معاملات میں، جو حقیقی اور صحیح ہیں، شک وتر دد کو راہ نہ دیں۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تالیف ۱۲۰۴ھ [۹۰-۱۷۸۹ء] میں مکمل ہوئی تھی، لفظ چراغ کے اعداد [۱۲۰۴] سے، اس کا سنہ تالیف معلوم ہوتا ہے۔ چوں کہ اس وقت نظام حکومت پر شیعوں کی پکڑ سخت تھی او روہ نہیں چاہتے تھے کہ شیعہ مذہب کے خلاف کوئی کام ہو، اس لئے بھی اور غالباً اس خیال سے بھی، کہ یہ کتاب اکثر کتاب پڑھنے والوں تک پہنچے اور خصوصاً شیعہ صاحبان، اس کے مصنف کے نام کی وجہ سے اس کو ہاتھ سے نہ رکھ دیں، مصنف نے اپنا مشہور نام نہیں لکھا، بلکہ تاریخی نام لکھا، اور اپنے والد کی کنیت لکھی، تحریر ہے:

''امابعد می گوید بندہ درگاہ قادر قوی، حافظ غلام حلیم، ابن شیخ قطب الدین احمد، ابن شیخ ابوالفیض دہلوی'' (۷۶)

اوراس کے بعد کتاب کے نام میں بھی ایک نکتہ پیدا کر کے، اس کے نام سے پیدا ہونے والے سوال کو ٹال دیا۔ فرماتے ہیں:

''ایں رسالہ را تحفہ اثنا عشریہ نام نہادہ شد، زیرا کہ بعد از انقضائے قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیۃ والسلام، صورۃ تالیف پذیرفتہ وجلوۂ ظہور گرفتہ'' (۷۷)

ترجمہ: اس رسالہ کا تحفہ اثنا عشریہ نام رکھا گیا ہے، کیوں کہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارہ سو سال بعد، تالیف ہوا اور سامنے آرہا ہے۔

خطی نسخے

تحفہ اثنا عشریہ کی بھی، تفسیر فتح العزیز کی طرح زمانۂ تالیف میں بہت شہرت ہوگئی تھی اور تصنیف کے دوران ہی لوگوں نے اس کی نقلیں حاصل کرنی شروع کردی تھیں، شاید اسی کا اثر ہے کہ ہندوستان پاکستان کے کتاب خانوں میں، اس کے تقریباً پچاس قلمی نسخے دریافت ہیں، جن نسخوں کا مجھے علم ہے، ان میں اہم ترین نسخہ، قومی عجائب گھر، لاہور کے ذخیرہ میں ہے، مجھے بھی اس کے دیکھنے کا موقع ملا تھا، یہ نسخہ اپنی خصوصیات میں ممتاز ومنفرد ہے

الف :

یہ نسخہ، نسخۂ مصنف کی نقل ہے، ترقیمۂ کاتب میں لکھا ہے:

''نقل از روئے اصل نسخہ، جناب مستطاب، اعلم العلماء وافضل الفضلاء، حضرت صاحب وقبلہ، مصنف کتاب، معلّی الالقاب، ادام اللہ اجلالہ وافضالہ''

ب : قطعہ تاریخ از حضرت مصنف

اس نسخہ کے آخر میں حضرت مصنف شاہ عبدالعزیز کا، اس کتاب کی تکمیل پر لکھا ہوا، قطعہ تاریخ بھی شامل ہے، جو یہ ہے:

تحفہ را یک فن مداں کہ درو
سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے لفظ و معانیش بنگر
ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بس کہ نور ہدایت است ویقیں
سال تاریخ او 'چراغ' آمد

یہ قطعۂ تاریخ، فخر المطابع، دہلی کے مطبوعہ نسخہ کے آخر میں بھی چھپا ہوا ہے، مگر عموماً دریافت نسخوں میں موجود نہیں۔

ج:

نسخۂ لاہور پر متعدد علماء کی مہریں اور تصدیقات ثبت ہیں، جو اس طرح ہیں:

۱ سید محمد ۲ خادم شرع احمدی مفتی احمد علی

۳ ایک مہر پر، غالباً محمد تہور خاں بہادر، تحریر ہے۔

۴ سید خوب علی ۱۲۴۲ھ

باقی صاف نہیں ہیں اور لکھا ہے:

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بندہ درگاہ خدا محمد بن نور اللہ غفر اللہ لہ

آخر میں کاتب کی مفصل تحریر ہے، جس کی آخری سطور یہ ہیں:

"نقل از روئے اصل نسخہ، جناب مستطاب، اعلم العلماء و افضل الفضلاء، حضرت صاحب وقبلہ، مصنف کتاب، معلی الالقاب ادام اللہ اجلالہ وافضالہ۔ قاضی الحاجات، مجیب الدعوات تا قیام قیامت، ایں ذات ستودہ صفات را، کہ خیر خواہ خلائق است وکاشف دقائق، بصحت سلامت باکرامت دارد، آمین آمین آمین"

ایک اور قدیم قلمی نسخہ

تحفہ اثنا عشریہ کا ایک اور پرانا نسخہ، جو تالیف کے بارہ سال بعد ۱۲۱۶ھ [۱۸۰۲ء] میں نقل ہوا تھا، مدرسہ مظاہر علوم [قدیم] سہارنپور میں موجود ہے، یہ نسخہ برکت اللہ ابن درویش محمد کے قلم سے ۱۲۱۶ھ کا لکھا ہوا ہے، اسی سن ۱۲۱۶ھ کا مکتوبہ، ایک اور نسخہ رضا لائبریری رامپور میں ہے، جو شیخ غلام حسین حیدرآباد کے قلم سے ہے۔(۷۸)

ہمارے ذاتی ذخیرہ میں

ہمارے آبائی کتب خانہ میں تحفہ کا ایک قدیم ترین نسخہ تھا، جو اس کی تصنیف کے مکمل ہونے کے سال ۱۲۰۴ھ [۹۰-۱۷۸۹ء] میں نقل کیا گیا تھا، مگر یہ نسخہ اب موجود نہیں، معلوم نہیں کہاں گیا، لیکن ایک اور نسخہ جو موجود ہے، اس کے ترقیمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت مصنف کی حیات میں لکھا گیا تھا۔ یہ نسخہ باریک کاغذ پر ستھری تحریر میں نقل ہوا ہے، ۲۴۸ صفحات پر مشتمل ہے، کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج نہیں، مگر کاتب کے حضرت مصنف کے لئے الفاظ "أدام اللّٰه اجلاله وعلمه وإقباله" سے خیال ہوتا ہے، کہ مصنف کی حیات کا ہے۔

☆ ☆ ☆

حواشی

(۷۰) تاریخ بغداد ص:۴، جلد اول دار الکتاب العربی، بیروت تحقیق: شیخ بشار عواد معروف جلد اول، ص:۲۹۲، [دار الغرب الاسلامی، بیروت ۔۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء]

(۷۱-۷۲) یہ اطلاعات محترمی مولانا عبد المالک صاحب کے تعاون وشکریہ کے ساتھ پیش کی جا رہی ہیں، مولانا نے اس کے لئے اپنے ایک رفیق، مولانا سعید ابن مصدق حسین کو ہدایت کی تھی، یہ تحریر ان کی اطلاعات سے مستفاد ہے۔ جزاھما اللّٰہ تعالیٰ!

(۷۳) ہفت روزہ صدق جدید لکھنؤ، مدیر مولانا عبد الماجد دریابادی ،شمارہ: یکم ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ/ ۸ر دسمبر ۱۹۷۳ء

(۷۴) مطبوعہ مجتبائی ۱۳۱۴ھ [طبع سوم]

(۷۵) تمہید، تحفہ اثنا عشریہ، مطبع ثمر ہند لکھنؤ: ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء

(۷۶) تمہید، تحفہ اثنا عشریہ، مطبع ثمر ہند لکھنؤ: ۱۲۹۶ھ [۱۸۷۹ء]

(۷۷) تمہید، تحفہ اثنا عشریہ، مطبع ثمر ہند لکھنؤ: ۱۲۹۶ھ [۱۸۷۹ء]

(۷۸) ملاحظہ ہو: فہرست نسخہائے خطی فارسی کتاب خانہ رضا رامپور، ص:۹۲ [جلد اول ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء]

[جاری......]

فرمان رسول ﷺ

عن ابی هريرة، قال: قال رسول الله ﷺ من حسن اسلام المرأ تركه مالا يعنيه (رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آدمی کے اسلام کی خوبی اور اس کے کمال میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ فضول اور غیر مفید کاموں اور باتوں کا تارک ہو۔

[اردو ترجمہ: معارف الحدیث، مولانا محمد منظور نعمانیؒ]

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

علمی دنیا کی سب سے بڑی خدمت

مولانا جعفر مسعود حسنی ندوی

آپ مانیں یا نہ مانیں دور یہ تعلیم کا ہے، علم کے حصول کا ہے، مدرسوں اور اسکولوں کا ہے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا ہے، ٹیوشن اور کوچنگ کا ہے، بستے ہیں کہ پھولتے جارہے ہیں، کاندھے ہیں کہ ان کے بوجھ سے جھکتے جارہے ہیں، ڈونیشن اور فیس نے باپ کی کمر توڑ دی، اسکول کی تیاری نے ماں کی نیند اڑادی، ہوم ورک کی زیادتی نے معصوم طلبہ کے چہروں سے ان کی مسکراہٹ چھین لی۔

لیکن ایک سنہرے مستقبل کی امید میں ماں باپ کو یہ سب گوارہ، آخر وہ مستقبل حال میں بدلتا ہے، لیکن افسوس کہ تب تک ماں باپ کے خوابوں کا وہ شیش محل چکنا چور ہو چکا ہوتا ہے، بڑھاپا ہے اور ایک لق ودق مکان کی حفاظت کا مسئلہ ہے، صاحبزادے جاچکے ہیں آسٹریلیا اور صاحبزادی کی رخصتی ہوچکی ہے کنیڈا۔ رہے وہ دونوں تو اب اُن کی عمر کہیں جانے کی نہیں، آرزوئیں تمام دم توڑ چکی ہیں، تمنائیں ایک ایک کرکے سب رخصت ہوچکی ہیں اب تو بس اپنی رخصتی کا منظر نگاہوں کے سامنے ہے، فکر ہے تو صرف اس بات کی کہ کیسے ہوگا یہ سفر، کس کے کاندھے پر ہوگا، زادِ سفر کہاں سے آئے گا، راستہ کی ضرورتیں کون پوری کرے گا، منزل تک پہنچانے کے فرائض کون انجام دے گا، میرا بچہ تو اس لائق نہیں، اس راہ سے وہ واقف نہیں، کہاں جانا ہے یہ اسے پتہ نہیں، سفر کی مدت کا اسے کچھ اندازہ نہیں، راستہ کی ویرانی، مسافر کی تنہائی اور مسافت کی دوری کا اسے کوئی علم نہیں۔

یہ ہے مستقبل اس نظام تعلیم وتربیت کا جس کے لیے اس وقت دنیا دیوانی ہے، ایسی دیوانی کہ نہ تو اسے عقیدہ کی پرواہ ہے، نہ اخلاق کی فکر ہے، نہ عبادات کا خیال ہے، نہ معاملات کے بگڑنے کا احساس ہے اور نہ ہی طور وطریق بدلنے کا اسے کوئی ملال ہے۔

جن کا آخرت پر ایمان نہیں ان سے تو کچھ کہنا ہی نہیں، لیکن جو حضرات آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور ایک ابدی زندگی کا تصور رکھتے ہیں، ان سے کہنے کو ضرور یہ دل چاہتا ہے کہ وہ نظام تعلیم و تربیت جس کے پیچھے آپ اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار ہیں وہ ایک مخصوص مذہب، ایک مخصوص کلچر اور ایک مخصوص طرز فکر کی نمائندگی کرتا ہے، مادیت پر اس کی بنیاد ہے، روحانیت سے وہ بیزار ہے، قلب کی دنیا اس کی نگاہوں سے بالکل اوجھل ہے، صرف مادی دنیا ہے جو ہمہ وقت اس کے پیش نظر ہے، رہی آخرت تو وہ اس کے ہاں صرف ایک خیال اور ایک افسانہ ہے۔ تو کیا ایسے نظام تعلیم کو جوں کا توں قبول کرلینا ہمارے لئے، ہمارے ملک کے لیے اور ہماری ملت کے لیے سودمند ہوسکتا ہے؟

ہم مانتے ہیں اور صرف مانتے ہی نہیں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے، اس میں دنیا بھی ہے اور آخرت بھی، جسم بھی ہے اور روح بھی، کمانا بھی اور خرچ کرنا بھی، اس میں رعایت ہے فرد کی بھی اور افراد کے مجموعہ کی بھی، اس میں اہمیت ہے خاندان کی بھی اور سماج اور معاشرہ کی بھی، مرد کی بھی اور عورت کی بھی، والدین کی بھی اور پڑوسیوں کی بھی، یتیموں کی بھی اور بیواؤں کی بھی، کمزوروں اور لاچاروں کی بھی اور ضعیف وناتواں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بوڑھوں کی بھی، حتی کہ اس میں ہدایات ہیں معاندین ومخالفین کے لیے بھی اور حقوق ہیں غیر مسلم ہم وطن بھائیوں کے لیے بھی۔

اس سے انکار نہیں کہ مغربی نظام تعلیم کی خوبیوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، مغرب نے اپنے اس نظام تعلیم کی بدولت سائنس، ٹکنالوجی، صنعت، حرفت، ریاضی، انجینئرنگ، فلکیات، طبعیات اور دوسرے علوم وفنون میں کامیابی کی منزلیں طے کیں، ایجادات پر ایجادات کیں، چاند پر کمندیں ڈالیں، سمندر کی گہرائیاں ناپیں، فتوحات پر فتوحات حاصل کیں، یہاں تک کہ آج وہ اپنے اسی نظام تعلیم کی بدولت اس منزل تک پہنچ گیا کہ اس نے دنیا کو اپنی مٹھی میں کرلیا، لیکن ساتھ ساتھ اس نے انسان کو بحیثیت انسان کے جینے سے محروم کردیا، امن کو غارت کیا، سکون کو برباد کیا، خاندانی نظام کو درہم برہم کیا، دلوں کو محبتوں سے خالی کیا اور اس کی شکل بدل کر اس کو ایک تجوری بنادیا۔

جسم کی ضرورتوں سے کس کو انکار، آرام وراحت سے کس کو بیر، فرد کی اہمیت کسے تسلیم نہیں، ذاتی نفع ونقصان کی کس کو فکر نہیں، دنیاوی ترقی کی تمنا کس کے دل میں نہیں۔ لیکن روح کو نظر انداز کرکے، آخرت کو فراموش کرکے، انسان کی انسانیت کو پامال کرکے، سماجی تقاضوں کو پس پشت ڈال کے، ماں باپ، رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے ناطہ توڑ کے صرف اپنی ذات تک اپنی سوچ کے دائرہ کو محدود کرلینا، یہ طرز عمل جانوروں کا تو ہوسکتا ہے کسی انسان کا نہیں، جنگل میں تو اس طریقہ سے رہا جاسکتا ہے لیکن انسانی آبادی میں نہیں۔

یقیناً ہر قوم کو ضرورت پڑتی ہے ڈاکٹروں کی، انجینئروں کی، سائنس دانوں کی، صنعت کاروں کی، قانون دانوں کی، ریاضی کے ماہرین کی اور دوسرے علوم وفنون میں دسترس رکھنے والوں کی۔ مسلم معاشرہ کو بھی ایسے لوگوں کی ضرورت ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کے ساتھ، اعلیٰ انسانی قدروں کے ساتھ، ہمدردی و غم خواری کے جذبہ کے ساتھ، دوسروں کے دکھ درد کے احساس کے ساتھ اور یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں تو اسلامی نظام تعلیم وتربیت کے مرحلہ سے گذر کر۔

ہوسکتا ہے کہ میری ان باتوں سے آپ کو اتفاق نہ ہو۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی زبان نہیں تو دل ضرور کچھ اس طرح گویا ہو کہ کس نظام تعلیم وتربیت کی آپ بات کرتے ہیں؟

وہ نظام تعلیم جس کے پروردہ اشخاص کے پاس نہ دین ہے نہ دنیا!

جنت ودوزخ کے تذکرے تو بہت کرتے ہیں، لیکن نہ دوزخ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ جنت میں جانے کی کوئی فکر!

دین بیچتے ہیں اور دنیا خریدتے ہیں!

شہرت وناموری کے دل دادہ اور کبر ونخوت میں ڈوبے ہوتے ہیں!

نہ ان کے یہاں قناعت ہے، نہ توکل ہے، نہ زہد ہے، نہ استغنا ہے، نہ ایثار ہے، نہ ہمدردی ہے اور نہ تقویٰ۔

تو کیا ایسی صورت میں اس نظام تعلیم وتربیت سے کوئی اچھی امید لگائی جاسکتی ہے؟ جی ہاں! بشرطے کہ آپ اس نظام سے جڑیں، خرابی نظام کی نہیں، دانش گاہوں کی نہیں، تربیتی اداروں کی نہیں، خانقاہوں اور مدرسوں کی نہیں، نصاب تعلیم کی نہیں، خرابی ان لوگوں کی ہے جو اس نظام سے جڑتے ہیں، لیکن دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لیے اور اپنی مادی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے، آپ جڑیں نیت کی درستگی کے ساتھ، اخلاص کے جذبہ کے ساتھ، عمل کے ارادے کے ساتھ، پھر دیکھئے انسانیت کی کھیتی کیسے لہلہاتی ہے اور انسان کو اس کا کھویا ہوا مقام کیسے واپس ملتا ہے۔

ضرورت آج قدیم وجدید میں توازن پیدا کرنے اور ان کا صحیح استعمال کرنے کی ہے۔ علم قدیم ہو یا جدید ہو، ہر علم خدا کا دیا ہوا ہے، ہر علم خدا تک پہنچاتا ہے، ہر علم اپنے اندر افادیت رکھتا ہے،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہر علم مشکلات میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے، بشرطیکہ اس کا حصول رب کے نام کے ساتھ ہو، خدا کے تصور کے ساتھ ہو، جواب دہی کے احساس کے ساتھ ہو۔

جدید کہے جانے والے علوم کا المیہ یہ ہے کہ خالق کائنات سے ان کا ربط ٹوٹ گیا، اسم ''رب'' سے ان کا رشتہ منقطع ہوگیا، قدیم کہے جانے والے علوم کا مسئلہ یہ ہے کہ ان سے وابستہ افراد کا سب سے بڑا سرمایہ اخلاص تھا، اب وہی اخلاص دھیرے دھیرے ان کی زندگیوں سے نکلتا جارہا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک مرتبہ گاندھی جی کی کلکتہ آمد کے موقع پر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے طلبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

> گاندھی جی، دنیا میں صرف یہی وہ جماعت ہے جو علم کو برائے علم اور برائے رضائے الٰہی حاصل کرتی ہے۔

لیکن افسوس کہ آج یہ جماعت بھی اپنا امتیاز کھوتی جارہی اور دنیا کی رنگینیوں میں گم ہوکر اپنے ماضی سے اپنا رشتہ کمزور کررہی ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ سماج کے ہر طبقہ کو اس کا نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔

انسان کی ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ اس نے علم کو تقدس کا درجہ دے دیا ہے، اس نے علم کو غلطی کرنے اور دھوکہ کھانے سے مبرا سمجھ لیا ہے، آج دنیا کا سارا بگاڑ اسی تصور کا نتیجہ ہے، علم غلطی کرتا ہے، دھوکہ کھاتا ہے، چوک اس سے ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ علم آسمانی تعلیمات وہدایات کی رہنمائی میں اپنا سفر طے کرے اور احکام الٰہی کا پابند اور اس کا تابع ہوکر اپنا کردار ادا کرے۔

آج ضرورت ہے جدید علوم کو خدا کے نام سے جوڑنے اور قدیم علوم سے وابستہ افراد میں اخلاص پیدا کرنے اور ان میں رضائے الٰہی کے جذبہ کو فروغ دینے کی۔ یہی اس وقت کی علمی دنیا کی سب سے بڑی خدمت اور انسانی دنیا کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔

غـــزل

جناب سرفراز بزمی

تونے قرآن کی پوچھی ہے حقیقت مجھ سے
حق ترے دل کو کرے لوح و قلم کا ہمراز

سینہ روشن ہو تو افکار کی اک شاہ کلید
ہو نہ روشن تو فقط قصۂ محمود و ایاز

اک نگاہ غلط انداز تو انکار سجود
ایک احساس ندامت تو جنوں کا آغاز

اس کی طاعت میں بسر ہو تو بہت روزے چند
اس کے انکار میں گزرے تو عبث عمر دراز

جلوۂ کارگہ کن کی حقیقت کا ظہور
اپنے بندوں سے مخاطب ہے جہاں بندہ نواز

ہر مرض دل کا شفایاب ہو ایسا اکسیر
دل جسے سن کے لرز جائیں وہ محکم انداز

جیسے سمٹا ہوا کوزے میں سمندر کا وجود
جیسے پھیلا ہوا ادراک پہ دریائے گداز

ایسی تفصیل کہ تفصیل بھی شرمندہ ہو
ایسا ایجاز کہ ایجاز کہیں یا ''اعجاز''

جس کی ہیبت سے جھکیں دشت وجبل ارض وسما
جس کی تاثیر کبوتر کو بنائے شہباز

جس کی تنویر سے دنیائے خرد ہو روشن
جس کی تعلیم سکھاتی ہے جنوں کے انداز

یعنی فرمان خدا ، یعنی حرا کی قندیل
یعنی قرآن مبیں ، یعنی کتاب ممتاز

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

طلبہ کی کردار سازی میں اساتذہ کا رول

ڈاکٹر سراج الدین ندوی ایڈیٹر ماہنامہ اچھا ساتھی۔ بجنور

طلبہ کی کردار سازی میں استاذ کا رول سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اخلاقی صفات کا عکس طالب علم پر سورج کی روشنی کی طرح پڑتا ہے۔ طلبہ کے سامنے جھوٹ بولنا، غیبت کرنا یا بددیانتی کرنا استاذ کی اپنی تصویر کو خراب کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے اخلاق کو خراب کرنے کا موجب بھی ہے۔ موجودہ دور میں بعض اساتذہ کھلے عام غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث نظر آتے ہیں، کیا اس کردار کے اساتذہ کوئی صالح معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں؟

نپولین بونا پارٹ نے کہا تھا: ’’تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔‘‘ اس قول میں ذرا سی ترمیم کر کے میں کہتا ہوں: ’’تم مجھے اچھے استاذ دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔‘‘ ضروری نہیں کہ ہر ماں بہت باصلاحیت ہو، ماں نیک ہوسکتی ہے، وہ اپنے بچے کو بہترین اخلاق سے آراستہ کرسکتی ہے، مگر ہوسکتا ہے وہ تعلیم نہ دے سکتی ہو، جب کہ ایک استاذ تربیت کے ساتھ تعلیم بھی دیتا ہے۔ اس لیے ایک استاذ کو اپنے پیشہ کی اہمیت کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔ ذیل میں ایک اچھے استاذ کے چند اوصاف کا بہ اختصار ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ لازمی اوصاف ہیں جن کی جانب ہمارے اساتذہ و ذمہ داران تعلیم کو توجہ دینا چاہئے۔

☆ اخلاص ہر کام کے لیے شاہ کلید ہے۔ ایک استاذ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مخلص ہوتا ہے۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہئے کہ تعلیم کوئی جز وقتی ملازمت نہیں ہے، بلکہ ہمہ وقتی شغل ہے۔ ایک استاذ صرف کلاس یا اسکول کے احاطہ میں ہی استاذ نہیں ہوتا بلکہ وہ اسکول کے باہر مسجد اور بازار میں بھی استاذ ہوتا ہے، اسی طرح ایک استاذ دوران تعلیم ہی استاذ نہیں ہوتا بلکہ یہ رشتہ تا حیات قائم رہتا ہے۔ اگر آپ نے یہ طے کرلیا ہے کہ تدریس کو ہی ذریعہ معاش بنائیں گے تو اس کے لیے مخلص ہوجایئے۔ تبھی آپ اپنے پیشہ سے انصاف کرسکیں گے۔ آپ کا اخلاص اپنے پیشہ کے لیے بھی ہو اور اپنے شاگردوں کے لیے بھی شاگردوں کے لیے مخلص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ شاگردوں کو مثالی طالب علم بنانے کی کوشش کریں، ان کی کامیابی آپ کو ایسے ہی مطلوب ہو جیسے اپنی اولاد کی مطلوب ہوتی ہے، ان کی کامیابی پر قلبی مسرت محسوس کریں اور ناکامی سے آپ کو تکلیف ہو

☆ معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں وہی اساتذہ اہم کردار ادا کرسکتے ہیں جو علم کے حریص (Learner) ہوں اس لیے کہ علم ایک ترقی پذیر شئی ہے۔ انسانی زندگی میں روزانہ تغیر واقع ہو رہا ہے، آئے دن نئی نئی ایجادات ظہور پذیر ہو رہی ہیں، علم کی توسیع کا عمل مستقل جاری ہے۔ ایک عام انسان علم کی وسعت کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ ایک استاذ کی ذمہ داری ہے کہ وہ کم سے کم اپنے مضمون کے بارے میں متحضر (update) رہے۔ وہ ہمیشہ سیکھتا رہے۔ اگر سیکھنے کا عمل رک جائے گا تو اس کا علم محدود ہوجائے گا۔ جس طرح تالاب میں اگر صاف پانی نہ ڈالا جائے تو ایک دن وہ تالاب یا تو سوکھ جاتا ہے یا اس کا پانی گندہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح ایک استاذ اگر اپنے علم میں اضافہ نہیں کرتا تو وہ اپنے شاگردوں کو تازہ علم نہیں دے سکتا۔

☆ تعمیر معاشرہ کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ اس کو اپنا مقصد تدریس بنائیں۔ آپ کیوں پڑھا رہے ہیں؟ اس کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جواب آپ کے پاس ہونا چاہئے۔ایک جواب یہ ہے کہ پیسہ کمانا چاہتے ہیں۔دوسرا جواب یہ ہے کہ بچوں کوامتحان میں پاس ہونے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔تیسرا جواب یہ ہے کہ بچوں کواس قابل بنانا چاہتے ہیں کہ یہ پیسہ کما سکیں،چوتھا جواب یہ ہے کہ آپ اپنے شاگردوں کو دنیا اور آخرت میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں اور ایک صالح معاشرہ تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ہر جواب کے تقاضے اور نتائج الگ الگ ہیں۔اگر آپ کے پیش نظر صرف پیسہ کمانا ہی تعلیم وتدریس کا مقصد ہے تو پھر اخلاقیات کا ذکر ہی کیا؟ آج جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ ڈاکٹر کو مریض سے ذرہ برابر ہمدردی نہیں ہے،وہ صرف مریض کی جیب پر نظر رکھتا ہے،یہاں تک کہ مریض کے مرجانے پر اس کی لاش بھی پیسے لے کر دی جاتی ہے،بعض ہسپتالوں میں مردہ کو بھی مصنوعی طور پر اس لیے زندہ رکھا جاتا ہے کہ اس کے ورثاء سے پیسہ لیا جاسکے۔ایک انجینئر رشوت لے کر ایسی تعمیر کرادیتا ہے کہ ایک جھٹکے میں ہزاروں زندگیاں ختم ہوجاتی ہیں،ایک تاجر صرف پیسے کے لیے کم تولتا اور ملاوٹ کرتا ہے۔یہ سب ان اساتذہ کی تعلیم کا نتیجہ ہے جن کا مقصود صرف پیسہ کمانا تھا۔اگر آپ آخری جواب کو اپنا مقصد بنائیں تو آپ ایک صالح معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔پیسہ تو بقدر قسمت آپ کو مل ہی جائے گا۔دنیا میں پیسہ بہت کام آتا ہے لیکن پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔غلط راستوں اور لوگوں کا گلا کاٹ کر کمایا گیا پیسہ اپنے ساتھ بہت سی مصیبتیں لاتا ہے۔آج نیرو مودی اور وجے مالیا ملک سے فرار ہیں،جب کہ ان کے پاس بے انتہا دولت ہے۔ایک مثالی استاذ دولت کا پجاری نہیں ہوتا،وہ اپنے غریب شاگردوں کو بھی اتنی ہی توجہ سے پڑھاتا ہے جتنی توجہ سے وہ مالدار شاگردوں کو پڑھاتا ہے۔اسکول میں یونیفارم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ امیر اور غریب یکساں نظر آئیں اور استاذ کی نظر میں سب برابر ہوں۔ایک مثالی استاذ کے سامنے تعلیم کا مقصد بھی واضح ہوتا ہے اور زندگی کا مقصد بھی۔

معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر افراد سازی کا اہم کام بھی اساتذہ ہی کرسکتے ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ بچے کے اندر بے پناہ خداداد صلاحیتیں پنہاں ہوتی ہیں۔ان صلاحیتوں کو پہچان کر نشو نما دینا ایک مثالی استاذ کی ذمہ داری ہے۔بچے کے اندر کیا صلاحیت ہے؟ کون عالم دین بن کر رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکتا ہے،کون ڈاکٹر بن کر علاج کرسکتا ہے،کس کے اندر انتظامی صلاحیت ہے،کون ایک اچھا اور ایماندار تاجر بن سکتا ہے؟ کون مصنف اور مقرر ہوسکتا ہے؟ ان سب صلاحیتوں کا ادراک کرنا ایک استاذ کی ذمہ داری ہے۔اس سلسلہ میں ہم نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے صحابہ کرام کی صلاحیتوں کی شناخت کرکے ان کو اس میدان کا ماہر بنادیا۔بعض صحابہ کو آپؐ نے مبلغ بنایا۔بعض کو منتظم،بعض کو دوسری زبانیں سکھا کر مترجم بنایا اور بعض کو کاتب،بعض صحابہ کو آپؐ نے جاسوسی کی تربیت دی،بعض کو آپؐ نے سفارت کاری کا ہنر سکھایا۔سپہ گری تو عرب کے ہر باشندے کی ضرورت تھی،بعض لوگ اس فن میں بھی مہارت حاصل کرلیتے تھے،لیکن نبی اکرم ﷺ نے زندگی کے ہر میدان کے لیے صحابہ کو مخصوص تربیت دلائی۔کیا آپ ڈیڑھ ہزار سال پہلے عرب کے ریگستان میں یہ تصور کرسکتے تھے کہ قیدیوں سے تعلیم کا کام لیا جائے۔لیکن نبی اکرم ﷺ نے غزوہ بدر کے کافر قیدیوں سے مسلمانوں کو تعلیم دلائی۔یہ تاریخ کا نہایت انوکھا واقعہ تھا۔ایک استاذ کا کام ہے کہ وہ ہر بچے پر خصوصی نظر رکھے اور اس کی دلچسپیوں کا مطالعہ کرے،اور اس مطالعہ کی روشنی میں بچے کے مستقبل کی منصوبہ بندی کرے

معاشرہ کی تعمیر میں استاذ کی گفتار،بودوباش اور لباس کا بھی اثر پڑتا ہے۔بچہ اپنے استاذ کی نقل کرتا ہے،وہ اپنے استاذ کو والدین کے مقابلہ پر زیادہ آئیڈیل مانتا ہے۔اس لیے استاذ کی وضع قطع اور بودوباش کا بچے کی شخصیت پر بہت اثر پڑتا ہے۔ہر زمانے میں شرافت کا لباس،لفنگے پن کے لباس سے الگ رہا ہے۔آپ لوگوں کے پہناوے اور چال سے ان کی علمیت اور

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خاندانی نجابت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔سر پر لمبی لمبی زلفیں، نامناسب جگہوں سے پھٹی جینس، ہاتھ میں سگریٹ ہوتو آپ بلا تکلف کہہ سکتے ہیں یہ سب کچھ ہوسکتا ہے استاذ نہیں ہوسکتا۔ایک مثالی استاذ کی ہر ادا سے وقار ٹپکتا اور عظمت جھلکتی ہے۔اس لیے استاذ کو چاہئے کہ وہ اپنے لباس اور بودوباش کو اخلاقی حدود کے دائرے میں رکھے۔

خوش گفتاری میں دو باتیں شامل ہیں۔ایک یہ کہ زبان کا آہنگ معتدل ہو، نہ اتنا پست کہ خود کے سوا کوئی نہ سن سکے اور نہ اتنا بلند کہ ہمسائے بھی دوڑے چلے آئیں۔قرآن کے مطابق حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں فرمائی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ ''اپنی آواز کو پست رکھو، بے شک گدھے کی آواز سب سے مکروہ ہے۔''(لقمان۔ 18)۔ایک استاذ کو چاہئے کہ کلاس میں پڑھاتے وقت بھی اس بات کا خیال رکھے کہ اس کی آواز سے برابر والی کلاس ڈسٹرب نہ ہو۔زبان کے تعلق سے دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ وہ جو زبان بھی بولے اس کی فصاحت و بلاغت اور گرامر کا خیال رکھے۔استاذ کی گفتگو طلبہ کے لیے سند اور حوالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ اردو، ہندی بولیں یا انگریزی، لیکن زبان کے معیار کو گرنے نہ دیں۔بعض اساتذہ طلبہ سے گفتگو کے وقت اپنی دیہاتی زبان کا استعمال کرتے ہیں جو اس قدر غیر فصیح ہوتی ہے کہ طلبہ استاذ کے ذریعہ بولے گئے الفاظ کو ڈکشنری میں تلاشیں تو انھیں نہ ملیں۔بعض علاقوں میں لکھنے والی زبان الگ ہے اور بولنے والی الگ۔استاذ کو کوشش کرنا چاہئے کہ بولتے وقت لکھنے والی زبان کا ہی استعمال کرے۔

مختصر یہ کہ استاذ کے اوپر سماج اور ملک کی ایک بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم وملک کے معماروں کا تخلیق کار ہے۔وہ جیسے معمار بنائے گا ملک اور سماج ویسا ہی تیار ہوگا۔اس پہلو سے ہر استاذ کو چاہئے کہ وہ اپنا جائزہ لے اور اپنے اندر مثالی استاذ کی لازمی خصوصیات کو پیدا کرے۔

اعلان نظم قربانی

گذشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ پھلت مظفرنگر کی جانب سے قربانی کے جانوروں کا نظم کیا جارہا ہے، اس لئے جو لوگ اس سال بقرعید کے موقع پر اپنی جانب سے، یا اپنے اعزاء واقربا اور مرحومین کی جانب سے قربانی کرنا چاہتے ہیں وہ مندرجہ ذیل نمبرات پر رابطہ کرکے اپنی رقم براہ راست ہمارے پاس، یا تحقیق کے بعد ہمارے معتبر نمائندوں کے پاس جمع کرادیں۔

حسب سابق انشاء اللہ ذمہ دار علمائے کرام کی نگرانی میں پوری احتیاط سے قربانی کا یہ عمل انجام دیا جائے گا۔

قربانی کے مقامات : پُھلت اور اڑیسہ

رابطہ نمبرات:

9520924477, 7060436774

Jamia Imam Shah Waliullah Islamia

At/Po. PHULAT,

Distt.Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)

منتظم :

احمد اوّاہ ندوی

جامعہ امام شاہ ولی اللہ اسلامیہ

پھلت ضلع مظفرنگر (یوپی)

وہ گھڑی معراج ہے جو فکر انسانی میں ہے
عید کی سچی خوشی ایثار قربانی میں ہے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جانشین امام اہل سنت مولانا عبد العلیم فاروقی کی وفات

کچھ یادیں، کچھ باتیں

مولانا محمد کلیم صدّیقی

۲۴/اپریل کی صبح کو فجر کی نماز کے بعد اچانک یہ اندوہ ناک خبر ملی کہ ملک کے نامور عالم دین، مناظر اسلام، حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی کا لکھنؤ میں انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ اپنے جدامجد امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقیؒ کے جانشین اوران کی دینی وراثت کے امین تھے، حضرات صحابہ کرام، اوراہل بیت اطہار کا دفاع ان کی زندگی کا خاص مشن تھا، اپنی پوری زندگی اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات کی خدمت، اوراس کے دفاع کے لئے وقف کی، اسی کے ساتھ دارالمبلغین کا انتظام اور بڑے بڑے اداروں کی رکنیت کا انھیں شرف حاصل تھا۔ ان کی وفات ملت اسلامیہ کا ایک بڑا خسارہ ہے، جس کی تلافی بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے۔

ان کے جد محترم حضرت مولانا عبدالشکور فاروقیؒ کا یہ عظیم کارنامہ ہمیشہ یادرکھا جائے گا کہ جب لکھنؤ اوراس کے اطراف مین رفض وتشیع کا غلبہ ہوا، اور سنیون کے اندر یہ بدعات سرایت کرنے لگیں، تو مولانا نے اس فتنہ کے سدباب کے لئے جان وتن کی بازی لگادی، جگہ جگہ صحابہ کرام کے فضائل ومناقب بیان کئے، شب وروز ان کے حقوق یاد دلائے، یوں آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اس میراث کو زندہ کیا جس سے ہر طرف غفلت برتی جارہی تھی۔ مولانا عبدالعلیم فاروقی نے نہ صرف اس روایت کو زندہ رکھا، بلکہ پورے ملک کی سطح پر اس کام کو آگے بڑھایا۔

اس حقیر کا حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی کے ساتھ قدیم تعلق تھا، اوروہ ہمیشہ شفقت ومحبت اور بڑے تعلق کا اظہار فرماتے کرتے تھے، ایک مرتبہ رائے بریلی حاضری ہوئی تو حضرت مولانا امتیاز صاحب ندوی نے مجھے حکم فرمایا کہ یہاں پر رائے بریلی میں بھی 'شہدائے اسلام' کے جلسے ہونے لگے ہیں، آپ کل شہر چل کر اس میں کچھ بات کرلیں۔ مجھے بھی خیال ہوا کہ چونکہ ان جلسوں میں مدح صحابہ پر اور صحابہ کرام کے دفاع پر بات ہوتی ہے، تو اپنی سعادت سمجھ کر چلو اس میں شرکت کرلی جائے، وہاں گیا تو انھوں نے بتایا کہ کسی طرح مولانا عبدالعلیم صاحب کو آپ کے اس پروگرام کی اطلاع ہوگئی ہے، ان کا فون آیا تھا کہ لکھنؤ میں بھی جلسے چل رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں لکھنؤ میں بھی آپ کی شرکت ہوجائے، اور وہاں پر بھی کچھ بات ہوجائے۔ تین دن کے بعد واپسی تھی، میں نے کہا آخری دن عشاء کی نماز کے بعد میں حاضر ہوجاؤں گا، اور رات گیارہ بجے نوچندی اکسپریس ہماری ٹرین ہے، جلدی سے فارغ ہوکر وہیں سے نکل جاؤں گا۔

وہاں پہنچے تو مولانا عبدالعلیم صاحب نے بہت ہی تپاک کے ساتھ استقبال کیا، اور ایسی دلی محبت اور شفقت کا اظہار فرمایا کہ میں خود حیرت کررہا تھا، لیکن بعد میں خود انھوں نے ہی میری اس حیرت کو ختم کیا۔ دراصل ان کی بڑی بہن محمدی (ضلع لکھیم پور) میں رہتی تھیں، جناب قاری صبیح الدین صاحب کے گھر میں، قاری صاحب ہمارے کرم فرما تھے، وہاں ہمارے بہنوئی انجینئر قمرالاسلام صاحب اکزیٹیو انجینئر تھے، پیکس فیڈ میں، وہ قاری صبیح الدین صاحب کے کرایہ دار تھے، تو وہاں میری حاضری ہوا کرتی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تھی، ہماری بہن کے مولانا کی بہن سے بہت اچھے تعلقات ہو گئے تھے، سب ان کو آپا جان کہتے تھے، مولانا عبد العلیم صاحب کی ابتدائی تعلیم محمدی میں ہی ہوئی تھی، اس لئے وہ بڑی بہن جن کو آپا جان کہتے تھے، ان سے ان کا بہت تعلق تھا۔ان بیچاری کے، گھریلو کچھ مسائل تھے، تو انھوں نے مجھ سے دعا کو کہا، ان کو کچھ عقیدت تھی۔

بس عقیدت خدا بنا بیٹھی
کیا حقیقت تھی ایک پتھر کی

تو شاید ان کی عقیدت ہی وجہ سے اللہ تعالی نے ان کی گمان کی لاج رکھی، اور ان کے جو مسائل تھے وہ حل ہو گئے، پھر تو وہ یہ سمجھتی تھیں کہ کسی بھی مسئلہ کے لئے ہم سے ہاتھ اٹھوائیں اور ان کا مسئلہ حل۔وہ محمدی میں بہت سے لوگوں سے ملواتیں اور مسلسل جب بھی میرا وہاں جانا ہوتا تو آنے والوں کی لائن لگی رہتی تھی، بیچاری بہت محبت وشفقت فرماتی تھیں، انھوں نے حضرت مولانا عبد العلیم صاحب سے اس حقیر کا کچھ اس طرح کا تعارف کرایا تھا، وہ ان کی بڑی بہن تھیں اور ان کے لئے ماں کی طرح تھیں اور مولانا ان کی تربیت میں رہے تھے، اس لئے یہ اس کا اثر تھا۔

اس کے بعد اس تعلق کی وجہ سے حضرت مولانا جہاں بھی ملتے تھے، اسی طرح شفقت وعنایت سے ملتے تھے، بڑے بڑے جلسوں میں بھی، بعض جگہ جمعیت کے جلسوں میں بھی، جب تک جمعیت تقسیم نہیں ہوئی تھی، تو ان میں بھی ایک آدھ بار ملاقات ہوئی تو مجھے اسٹیج پر خاص جگہ پر بٹھاتے اور بہت شفقت وعنایت اور تعلق کا اظہار فرماتے۔

مولانا کی شخصیت میں عظمت صحابہ کا عنصر سب سے نمایاں تھا ،اور صحابہ کرام کی محبت ان کی رگ رگ میں بسی ہوئی تھی۔ہم لوگ جب جمعہ کے خطبے میں اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان سنتے تھے: **اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی، اور من احبّھم فبحبّی احبّھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم** تو میرے ذہن میں فوراً حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کا خاندان، خصوصا مولانا عبد العلیم صاحب کی تصویر ابھرتی تھی، کہ ان کا بالکل اسی طرح کا حال تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ ان کا عاشقانہ والہانہ تعلق، اور جو اُن سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کے نبی سے محبت کرنے والا ہے۔اور اسی طرح جو اُن سے بغض کرنے والا ہے، وہ اللہ کے نبی ﷺ سے بغض کرنے والا ہے، اور اسی وجہ سے وہ ہمارے لئے بھی مبغوض ہے۔

انھوں نے ہمیشہ اہل حق کے لئے جدوجہد کی، خلاف حق کے لئے ان کے یہاں کسی خوشامد یا مصلحت کا گذر نہیں تھا، ہمیشہ حق کے لئے اور اہل حق کے لئے بالکل سینہ سپر رہتے تھے، اور بالکل مجاہدانہ انداز میں ان حالات کا مقابلہ کرتے تھے۔انھیں جب بچپن میں دیکھتے تھے، اور سنتے تھے، جس طرح ہندو مسلم فسادات کے سلسلہ میں معاملہ رہتا تھا، اسی طرح لکھنؤ میں شیعہ سنی فسادات کا بھی ایک سلسلہ تھا، اور محرم کے آس پاس یا اس کے قریب یا چہلم میں وہاں اخباروں کی سرخیاں ایسی ہوتی تھیں کہ وہاں لکھنؤ میں ایسا ایسا ہو گیا۔

اور چونکہ وہاں صحابہ پر تبرا ہوتا تھا وہ انھیں برداشت نہیں ہوتا تھا، اس وجہ سے بھی یہ صورت حال ہوتی تھی، اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے حضرت والا علی میاں صاحب اور کچھ اور لوگوں کی کوشش سے فسادات وغیرہ کا وہ سلسلہ ختم ہوا، آج کے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس وقت کیسے حالات ہوتے تھے اور کیسے فسادات ہوتے تھے، اس غیرت ایمانی میں خاصا رول اس خاندان کا رہا۔ خصوصا حضرت مولانا عبد العلیم صاحب کا۔

پھر اس کے بعد مولانا سے ہمارے خاندانی مراسم بھی ہو گئے اور کاکوری بھی جانا ہوا، حضرت مولانا کے بھائی ایک مدرسہ چلاتے تھے، ان کی خدمت میں، اور دوسرے بھائی کی خدمت میں بھی مسلسل حاضری ہوتی رہی، کبھی یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے تعلق اور محبت کا فائدہ اٹھا کر ہمارے رفقاء نے ان کو جلسوں میں بلانے کا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ارادہ کیا، جہاں کسی بڑے عالم کو بلانا ہوتا، یا کسی ایسے عالم کو بلانا ہوتا جس کے نام سے لوگ جلسے میں جمع ہو جائیں تو حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب کی طرف نظر جاتی تھی، اور ہمارے رفقاء میرے نام سے حضرت سے درخواست کرتے تھے تو وہ ضرور قبول فرما لیتے تھے، اور ان کے ساتھ بہت شفقت وعنایت فرماتے تھے۔

مولانا عبدالعلیم فاروقی 1367ھ مطابق 1948ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے، مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی کے پوتے اور عبدالسلام فاروقی لکھنوی کے فرزند اکبر تھے۔ اپنی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں حاصل کی اور عربی کی تعلیم جامعہ حسینیہ محمدی لکھیم پور میں حاصل کی، پھر انھوں نے مظاہر علوم سہارنپور کا سفر کیا اور وہاں داخلہ لے کر تین سال وہاں رہ کر شرح جامی سے مشکاۃ المصابیح تک کی کتابیں پڑھیں۔

ان کے اساتذہ مظاہر علوم میں مولانا محمد یونس جونپوری بھی شامل تھے، مظاہر علوم کے بعد انھوں نے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا اور 1969ء میں وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ انھوں نے صحیح بخاری مولانا فخر الدین مرادآبادی سے پڑھی۔ انھوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے فرزند و جانشین مولانا محمد طلحہ کاندھلوی سے بیعت کی اور سلسلہ چشتیہ میں ان کے خلیفہ ومُجاز ہوئے۔

وہ جمعیۃ علماء ہند کے دسویں ناظم عمومی رہے، اور اخیر میں جمعیۃ علماء ہند (الف) کے نائب صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ دارالعلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن تھے، اور ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے بھی رکن منتخب کیے گئے۔ اور بہت سے دیگر علمی اور تعلیمی ادارے ان سے وابستہ تھے۔

مجھے ان کی علالت کی بھی خبر نہیں ہوسکی، اچانک اطلاع ملی کہ حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، میسیج آیا، پھر اس کے بعد ہمارے محبّ وحبیب جناب ڈاکٹر ماجد دیوبندی نے تفصیل بتائی کہ میں ابھی کئی دفعہ ان کے شہدائے اسلام کے جلسوں میں بھی گیا اور کئی دفعہ بڑی تفصیل سے ان سے ملاقات ہوئی، اور ابھی میں نے تعزیت کی تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ علیل تھے، اور تھوڑے دن پہلے طبیعت کچھ بہتر ہوگئی تھی، کہ اچانک آنکھ لگ گئی، آنکھ کھلی تو انھوں نے گھر والوں سے بتایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے تھیں ہمیں لینے کے لئے، اور ہم تو جا رہے ہیں۔ کیسا پیارا خاتمہ، کیسی پیاری ان کی صحابہ کے ساتھ محبت تھی، اور وہ کیسی مقبول زندگی تھی جو یقیناً قابل رشک تھی، ان کا دنیا سے رخصت ہونا یقیناً اہل حق کے لئے اور ملت کے لئے ایک بہت بڑا خلا اور خسارہ ہے، اس کی تلافی اللہ تعالی کے لئے تو مشکل نہیں، مگر حالات کو دیکھتے ہوئے بہت مشکل لگ رہی ہے، ان کی نسلوں میں، ان کے بچے اور بھائی بہت صالح لوگ ہیں، اور اللہ کا شکر ہے، ان لوگوں نے ان کے ادارہ دارالمبلغین کو پہلے ہی سے سنبھال رکھا تھا، مولانا کے پاس اسفار وغیرہ اور دوسری مصروفیات رہتی تھیں، یقیناً امید ہے کہ انشاء اللہ تعالی انہی کی نسلوں میں ان کا نعم البدل عطا فرمائے گا، یہ خاندان حضرت مولانا شاہ عبدالشکور فاروقی نور اللہ مرقدہ کا خانوادہ ہے۔ یقیناً یہ اہل حق کے لئے بہت بڑی نعمت بلکہ نعمت عظمیٰ ہے، اور بڑی قوت کی علامت ہے، دعا ہے اور امید بھی ہے کہ اللہ تعالی قیامت تک اس خاندان کو اسی طرح قائم ودائم رکھے، اور اہل حق اور اہل سنت کے لئے ان کے اور خاندان کے وجود کو اسی طرح سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح باطل کے خلاف کھڑا رکھے۔ اللہ تعالی مولانا کی بال بال مغفرت فرمائے، اور ان کے درجات بلند فرمائے ان کی نیکیوں کا اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ارمغان کے قارئین سے مولانا کے لئے زیادہ سے زیادہ دعاءِ مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے، ادارہ ارمغان مولانا کے اہل خانہ کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد سعد ادریس ولی اللہی

جامعہ شاہ ولی اللہ پھلت میں محفل حسن قرأت کا اہتمام

امام الحدیث شاہ ولی اللہ کے آبائی وطن پھلت کے جامعہ امام شاہ ولی اللہ میں ۹رمئی کی شام کو محفل حسن قرأت اور دستار بندی کی مناسبت سے ایک خوب صورت پروگرام منعقد ہوا، جس میں جامعہ کے ناظم اور مہتمم صاحب کے علاوہ علاقہ بھر کی معزز شخصیات نے شرکت کی، اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے استاد تجوید وقرأت جناب قاری عبدالرؤف بلندشہری نے کہا کہ قرآن کریم آسمان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ نازل ہوا ہے، ہادی عالم نے اسی طرح صحابہ کو سکھایا اور پڑھایا، پھر صحابہ کرام نے اپنے شاگردان رشید کو قرآن کریم کی تعلیم دی اور یہ سلسلہ سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچا ہے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس مقدس قرآن کو اسی ترتیب ساتھ محفوظ رکھیں، ابتدائی خطاب کرتے ہوئے جامعہ کے استاد مولانا وصی سلیمان ندوی نے کہا کہ قرآن کریم ایک بڑی نعمت ہے، اس کی بدولت بنی نوع انسان کو رزق اور دوسری نعمتوں سے نوازا جاتا ہے، انہوں نے کہا کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت ہوتی ہے، اس کو شیاطین سے محفوظ رکھا جاتا ہے، تمہیدی خطاب میں مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی نے پروگرام کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی، اس موقع پر جامعہ شاہ ولی اللہ سے حفظ قرآن مکمل کرنے والے طلبہ کی دستار بندی کی گئی اور مہمان قرائے کرام نے تلاوت قرآن کریم سے سماں باندھ دیا، جس میں قاری محمد خالد نوح میوات، قاری لقمان محمود دبھیڑی، قاری فیروز انور مظفر نگر، قاری محمد عثمان اور قاری محمد صادق گنگوہی کے علاوہ صدر مجلس جناب قاری عبدالرؤف بلندشہری نے تلاوت قرآن کریم کا مظاہرہ کیا اور اپنے فن سے سامعین کا دل موہ لیا، اخیر میں ڈاکٹر محمد سلیم صاحب صدیقی نے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اور صدر محترم کی دعا پر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

مدرسہ ہدایت العلوم کیلی ضلع میرٹھ کا پہلا سالانہ جلسہ

آج دینی تعلیم سے بے رغبتی روز افزوں ہے؛ جس مذہب نے دینی تعلیم کو تمام مردوں وعورتوں کے لیے فرض قرار دیا ہو، اور جس مذہب میں علم وحکمت سے پُر قرآن جیسی عظیم کتاب ہو اور جس مذہب کی شروعات ہی ''اقرأ'' یعنی تعلیم سے ہوئی ہو، اسی مذہب کے ماننے والے دینی تعلیم کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں، قانونِ وراثت کو نصف علم بتانے والے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس کا علم رکھنے والے کھانے میں نمک کے برابر بھی نہیں، اقبال نے تعلیم کو، امراضِ ملت کی دوا اور خونِ فاسد کے لیے مثل نشتر بتایا تھا؛ لیکن اس دوا کی فکر بہت کم لوگوں کو ہے؟

ان خیالات کا اظہار ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے ۱۳رمئی کو منعقد ہونے والے اس اجلاس میں کیا جو مدرسہ ہدایت العلوم کیلی کے وسیع ہال میں کیا گیا تھا، مولانا محمد سرتاج نے فرمایا کہ ماں کی گود بچے کے لیے پہلا مکتب ہوتا ہے، اب اگر ماں ہی دینی تعلیم سے بیزار ہے تو اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ بچے پر کیا اثرات پڑیں گے، اگر گھر کے بزرگ افراد ہی دینی تعلیم سے تہی دامن ہوں، تو وہ اپنے نونہالوں کی کیا ذہن سازی کریں گے، انھوں نے کہا دینی ادارے ہمارے لئے اس دور کی بہت بڑی ضرورت ہیں اور ان کا تعاون کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ پروگرام کو مولانا محمد ہاشم ہرہ کھوائی، مولانا محمد طاہر، مولانا محمد مجیب، مفتی محمد جاوید، قاری محمد صادق آزاد نے بھی خطاب کیا، اخیر میں مہتمم ادارہ قاری عتیق الرحمٰن نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

فضائل عشرہ ذی الحجّہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عشرہ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں، ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ) قرآن مجید میں سورہ ''والفجر'' میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اور وہ دس راتیں جمہور کے قول کے مطابق یہی عشرہ ذی الحجہ کی راتیں ہیں، خصوصاً نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں عبادت میں مشغول رہنا بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

تکبیر تشریق

ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی نماز فجر سے تیرہویں تاریخ کی نماز عصر تک ہر نماز کے بعد باآوازِ بلند ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ باجماعت اور تنہا نماز پڑھنے والے اس میں برابر ہیں، اس طرح مرد وعورت دونوں پر واجب ہے، البتہ تکبیر تشریق یہ ہے: ''اللہ اکبر اللہ اکبر لا إلہ إلا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد "عورت باآوازِ بلند تکبیر نہ کہے، آہستہ سے کہے۔

مسنونات یوم الاضحیٰ

صبح سویرے اُٹھنا، غسل ومسواک کرنا، پاک وصاف عمدہ کپڑے جو اپنے پاس ہوں پہننا، بھلے ہی نئے نہ ہوں، خوشبو لگانا، نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا، عید گاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں باآوازِ بلند تکبیر تشریق کہنا، معذوری نہ ہو تو پیدل عید گاہ جانا، ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے لوٹنا۔

نمازِ عید

نماز عید دو رکعت ہے، نماز عید اور دیگر نمازوں میں فرق یہ ہے کہ اس میں ہر رکعت کے اندر تین تین تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں ''سبحانک اللّٰھم'' پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے۔ ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے ہیں۔ پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔

مسئلہ: اگر دورانِ نماز امام یا کوئی مقتدی عید کی زائد تکبیریں یا ترتیب بھول جائے تو بھی از دہام کی وجہ سے نماز درست ہو جائے گی، سجدہ سہو بھی ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی نماز میں تاخیر سے پہنچا اور ایک رکعت نکل گئی تو فوت شدہ رکعت کو پہلی رکعت کی ترتیب کے مطابق قضاء کرلے، یعنی ثناء ''سبحانک اللّٰھم'' کے بعد تین زائد تکبیریں کہے گا اور آگے ترتیب کے مطابق رکعت پوری کرے گا۔

مسئلہ: نمازِ عید کے بعد خطبہ سننا مسنون ہے، خطبہ سننے کا اہتمام کرنا چاہیے، خطبہ سے پہلے اٹھنا درست نہیں ہے۔

مسائل قربانی

مسئلہ: جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے اُس پر قربانی بھی واجب ہے۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں بھی اپنی ضرورت سے زائد اتنا مال یا اشیا جمع ہو جائیں جن کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو اس پر قربانی لازم ہے، مثلاً: رہائشی مکان کے علاوہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کوئی مکان ہو، خواہ تجارت کے لیے ہو یا نہ ہو، اسی طرح ضروری سواری کے طور پر استعمال ہونے والی گاڑی کے علاوہ گاڑی ہو تو ایسے شخص پر بھی قربانی لازم ہے۔

مسئلہ: مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: قربانی کا وقت دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک ہے، بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد درست نہیں۔

مسئلہ: قربانی کا جانور دن میں ذبح کرنا افضل ہے، اگرچہ رات کو بھی ذبح کر سکتے ہیں، قربانی کے لئے افضل دن دس تاریخ کا بقرعید کا دن، پھر گیارہویں اور پھر بارہویں تاریخ کا دن ہے۔

مسئلہ: شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ لینے سے قبل قربانی کا جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ دیہات اور گاؤں والے صبح صادق کے بعد فجر کی نماز سے پہلے بھی قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر شہری اپنا جانور قربانی کیلئے دیہات میں بھیج دے تو وہاں اس کی قربانی بھی نمازِ عید سے پہلے درست ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر مسافر مالدار ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کرے، یا بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ جائے، یا کسی نادار آدمی کے پاس بارہویں تاریخ کو غروبِ شمس سے پہلے اتنا مال آجائے کہ صاحب نصاب ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا زیادہ اچھا ہے، اگر خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو کسی اور سے بھی ذبح کرا سکتا ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ قصاب سے ذبح کراتے وقت ابتداءً خود بھی چھری پر ہاتھ رکھ لیا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ قصاب اور قربانی والے دونوں مستقل طور پر تکبیر پڑھیں، اگر دونوں میں سے ایک نے نہ پڑھی تو قربانی صحیح نہ ہوگی

.مسئلہ: قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اس کو قبلہ رخ لٹائے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے: ''**إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ**''۔ اس کے بعد ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر ذبح کرے۔ ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: ''**اللّٰهم تقبّله منّی کما تقبّلت من حبیبک محمد وخلیلک إبراهیم علیهما الصلوٰة والسلام**''۔

مسئلہ: قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے نہیں، اولاد چاہے بالغ ہو یا نابالغ، مالدار ہو یا غیر مالدار۔

مسئلہ: درج ذیل جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے: اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔ اگر کہیں حکومت کی طرف سے کسی جانور کی قربانی ممنوع ہو تو اس کا خیال رکھیں وہ جانور نہ قربان کر کے کسی دوسرے کی قربانی کر لیں۔

مسئلہ: بکرا، بکری، بھیڑ اور دُنبہ کے علاوہ باقی جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب قربانی کی نیت سے شریک ہوں یا عقیقہ کی نیت سے، صرف گوشت کی نیت سے شریک نہ ہوں۔

مسئلہ: گائے، بھینس اور اُونٹ وغیرہ میں سات سے کم افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں، اس طور پر کہ مثلاً چار آدمی ہوں تو تین افراد کے دو دو حصے اور ایک کا ایک حصہ ہو جائے۔ نیز اگر پورے جانور کو چار حصوں میں تقسیم کر لیں، یہ بھی درست ہے۔ یا یہ کہ دو آدمی موجود ہوں تو نصف نصف بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کئی افراد مل کر ایک حصہ ایصالِ ثواب کے طور پر کرنا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے، البتہ ضروری ہے کہ سارے شرکا اپنی اپنی رقم جمع کر کے ایک شریک کو ہبہ کر دیں اور وہ اپنی طرف سے قربانی کر دے، اس طرح قربانی کا حصہ ایک کی طرف سے ہو جائے گا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اورثواب سب کو ملے گا۔

مسئلہ: اگرقربانی کا جانوراس نیت سے خریدا کہ بعد میں کوئی مل گیا تو شریک کرلوں گا اور بعد میں کسی اورکوقربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کیا تو قربانی درست ہے اوراگرخریدتے وقت کسی اورکو شریک کرنے کی نیت نہ تھی، بلکہ پورا جانوراپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت سے خریدا تھا تو اب اگرشریک کرنے والا غریب ہے تو کسی اورکو شریک نہیں کرسکتا اوراگر مالدار ہے تو شریک کرسکتا ہے، البتہ بہتر نہیں۔

مسئلہ: ایک جانورقربانی کرنے کے لیے خریدا، اگراس کے بدلے دوسرا جانوردینا چاہے تو جائز ہے، مگر یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دوسرا قربانی والا جانورکم ازکم اسی قیمت کا ہو، اگراس سے کم قیمت کا ہو تو زائدرقم اپنے پاس رکھنا جائز نہیں، بلکہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں! اگرزبانی طورپر جانورکومتعین نہ کیا ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا ہو کہ اگراچھی قیمت میں فروخت ہورہا ہو تو فروخت کردیں گے، اس صورت میں اصل قیمت سے زائدرقم اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ قربانی کا جانورگم ہوگیا، اس کے بعد دوسرا خریدا، پھر پہلا جانورمل گیا تو اگرقربانی کرنے والا امیر ہے تو ان دونوں جانوروں میں سے جس کو چاہے ذبح کرے، جب کہ غریب پران دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: قربانی کے جانورمیں اگرکئی شرکاء ہیں تو گوشت وزن کرکے تقسیم کریں۔

مسئلہ: بھیڑبکری جب ایک سال کی ہوجائے، گائے، بھینس دوسال کی اوراونٹ پانچ سال کا، تواس کی قربانی جائز ہے اگراس سے کم ہے تو جائز نہیں ہاں! دنبہ اوربھیڑ (نہ کہ بکرا) اگراتنا موٹا تازہ ہوکہ سال بھرکا معلوم ہو تواس کی قربانی بھی جائز ہے۔

مسئلہ: موجودہ دورمیں جانوروں کوتول کر (وزن کرکے) خریدوفروخت کرنا بھی جائز ہے، ایسی قربانی بلاشبہ درست ہے۔

مسئلہ: قربانی کا جانوراگراندھا ہو، یا ایک آنکھ کی ایک تہائی یا اس سے زائدروشنی جاتی رہی ہو، یا ایک کان ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو، یا دُم ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو ایسے جانورکی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: گائے بھینس کے دوتھن یا بکری کا ایک تھن خشک ہوچکا ہو یا پیدائشی طورپر نہ ہو تو ایسے جانورکی قربانی بھی درست نہیں

مسئلہ: اسی طرح اگرجانورایک پاؤں سے لنگڑا ہے، یعنی تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھے پاؤں کا سہارا نہیں لیتا تو ایسے جانورکی قربانی بھی جائز نہیں۔ ہاں! اگروہ چوتھے پاؤں سے سہارا لیتا ہے، لیکن لنگڑا کے چلتا ہے تو ایسے جانورکی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: قربانی کا جانورخوب موٹا تازہ ہونا چاہیے، اگرجانور اس قدرکمزورہوکہ ہڈیوں میں گودا بالکل نہ رہا ہو، تو ایسے جانورکی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگرکسی جانورکے تمام دانت گرگئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اوراگراکثر دانت باقی ہوں، کچھ گرگئے ہوں تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: گرکسی جانورکی عمرپوری ہواوردانت نہ نکلے ہوں تو بھی قربانی ہوسکتی ہے، تاہم اس سلسلہ میں صرف جانوروں کے عام سوداگروں کی بات معتبرنہیں، بلکہ یقین سے معلوم ہونا ضروری ہے یا خودگھرمیں پالا ہوا جانورہو تواس کی قربانی کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: جس جانورکے پیدائشی کان ہی نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگرکسی جانورکے سینگ بالکل جڑسے ٹوٹ چکے ہوں، اس طورپرکہ دماغ اس سے متاثر ہوا ہو تو ایسے جانورکی قربانی جائز نہیں اوراگرمعمولی ٹوٹے ہوں یا سرے سے سینگ ہی نہ ہوں، جیسے: اونٹ تو بلاکراہت جائز ہے۔

مسئلہ: کسی نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال سے قربانی کی جائے تو اس قربانی کا سارا گوشت خیرات کرنا ضروری ہے، خودکچھ بھی نہ کھائے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کوقربانی کی روح کوسمجھنے اوراس پرعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

ایک رفیق ومحبّ نے مسلم مسافر خانے میں قیام کا نظم کروایا دیر تک ممبئی کے احباب ملاقات کے لئے آتے رہے۔ دیر سے سونے کے لئے اپنے بستر پر لیٹا تو نیند اُچٹ گئی، ایک بجے کے قریب برابر والے روم سے ہچکیوں کی آواز آئی تو یہ حقیر گھبرا کر اٹھ بیٹھا، دروازہ کھول کر جھانکا تو دیکھا کہ دستر خوان اسلام پر چند سال پہلے آنے والے ایک قابل رشک مہاجر داعی مسجد میں پڑے بے اختیار بچوں کی طرح رو رہے ہیں، ان کی آہ وزاری میں خلل ڈالنا مناسب نہیں سمجھا اور یہ حقیر اپنے روم میں واپس آگیا، ان کے اس حال پر بڑا رشک آیا، اور دیر تک یہ خیال آکر بڑی امید بڑھی کہ اسلام کے چمن میں خیر القرون سے لے کر امام اعظم ابو حنیفہ اور سید المحدثین امام بخاری اور مولانا عبید اللہ سندھی اور علامہ شبلی تک ان نو واردان اسلام کے نئے خون نے ہی خزاں کو بہار میں بدلا ہے، صبح فجر سے قبل وہ دو منٹ کی اجازت لے کر میرے پاس آئے اور بولے، بستر پر لیٹتے ہوئے روزانہ سوا کروڑ خونی رشتے کے بھائیوں کے ایمان سے محروم دنیا سے رخصت ہوکر ہمیشہ کی جہنم میں جانے کا احساس تڑپا کر اٹھا دیتا ہے، آج رات بھی یہ ہی ہوا، پھر دیر تک اپنے رب کے حضور انسانیت کی ہدایت کے لئے آہ وزاری کی توفیق ہوئی، میرے اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ میں آپ سے درخواست کروں؟ معاف کیجئے اس وقت آپ کو ڈسٹرب کیا، اس حقیر نے کہا: نہیں نہیں، شوق سے بتایئے، وہ بولے آپ کے لاکھوں لاکھ چاہنے والے، مریدین ہیں، آپ سب سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ چار منٹ روزانہ آپ کے لئے وقف کریں، امید ہے کوئی بھی منع نہیں کرے گا، میں نے کہا چار منٹ کا کیا کرنا ہے، وہ بولے بس پہلے دو منٹ میں اپنے اللہ کا شکر دل کی گہرائیوں سے کریں، کہ پیارے اللہ کا آپ پر کتنا کرم ہے دنیا میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو ایمان سے محروم ہیں، آپ کا کس زبان سے شکر ادا کروں کہ آپ نے مجھے ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا، دو منٹ یہ کرنے سے ایمان کی نعمت کا احساس ہوگا، اور جو لوگ ایمان کی نعمت سے محروم ہیں ان پر ترس بھی آئے گا۔ میں نے پوچھا باقی دو منٹ میں کیا کرنا ہے، وہ بولے، باقی دو منٹ میں دعا کریں کہ پیارے اللہ جو میرے خونی رشتے کے بھائی بہن ایمان سے محروم دوزخ کا ایندھن بننے جا رہے ہیں، ان کو بھی ایمان عطا فرما دیجئے۔ مجھے امید ہے کہ شرک اور کفر پر، ایمان سے محروم ہوکر جہنم رسید ہو جانے والوں کے سلسلہ میں جو بے حسی امت میں ہے وہ ان شاء اللہ ختم ہوگی، اور چند روز کے اس چار منٹ کے عمل سے دعوتی جذبہ پیدا ہوکر سارے مریدین اور محبت کرنے والے، داعی اور انسانیت کی فکر کرنے والے بن جائیں گے۔ وہ چلے گئے مگر ان کی رات میں مسجد میں اپنے رب کے حضور بچوں کی طرح بلکنے کی کیفیت اور تھوڑی دیر کی گفتگو نے اس حقیر کے پورے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، کہ مہاراشٹر کی ایک جری مراٹھا قوم کا یہ نوجوان، نبوی درد میں ڈوب کر سوئی ہوئی خیر امت کو جگانے کے لئے کیسے کیسے نسخے تلاش کر رہا ہے، اور باپ دادوں سے اسلامی اور دینی وراثت کے دعوے دار ہم کتنے خواب غفلت میں مست ہیں، مجھے ایسے نوجوانوں کی شب کی آہ وزاری اور پھر مسجد میں آکر انتہائی دردمندی کے ساتھ کی گئی گفتگو جب بھی یاد آتی ہے، تو اپنے اور امت مسلمہ کے حال پر شرمندگی اور حسرت ہوتی ہے، اس کے حال پر رشک آکر اقبال کا یہ شعر زبان پر آجاتا ہے:

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

کاش اس درد سے امت کا ہر فرد آشنا ہوجائے اور اسے لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین کا مزا نصیب ہوجائے۔

مولانا محمّد کلیم صدیقی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371